

حصہ ایم جاٹ

ابنے صفحے

[جیاست بسی دینا کا ایک دلچسپ اور ویکٹل ناول]

کردار جکبھی نہیں مرتے۔ وقت انہیں دھنلا تا
ہتھ زمانہ انہیں فراموش کرتا ہے؛
کرنل فریدی اور حمید بھی ابن صفحی کے ایسے
ہی کردار ہیں جنہیں وقت کبھی گزد آؤد
نہیں کرسکتا؛

[لازوال اور سلامہار کردانوں کا ایک اور کارنامہ]



82

”پہلے کیوں بھاگے تھے؟“
”وہ اضطراری فعل تھا۔ اب دیکھ لیں گے کہ وہ کتنی بڑی خوبی
روح ہے؟“
”ایسا نہ کہو۔۔۔ ایسا نہ کہو۔۔۔ ایک لڑکی خوفزدہ کی آواز میں بولی
”خاموش رہو!“ وہی اوجوان سخت لہجے میں بولا۔ اگر اب کسی
نے ذرہ برا بر بھی خوف ظاہر کیا تو اچھا نہ ہوگا۔
”یا تم بھی کرو۔“ دوسرا بولا۔۔۔ سورج غوب ہونے والا ہے۔ میں
کچھ کرنا چاہیے۔“
”کیا کر سکتے ہیں؟ شاہراہ یہاں سے آئندہ میں کے فائدے پر ہے۔
ہمارے فرشتے بھی وہی دھلئے وہاں تک کہ پہنچ سکیں گے۔“
”تو پھر؟“ بیک وقت ساری لڑکیوں نے سوال کیا۔
”شاہید ہیں یہیں رات گزارنی پڑے۔“
”یہیں ہو سکتا۔“ ایک لڑکی ہمیری اپنی امداد میں چھپی۔
سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور
آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑتی تھیں۔ وہ فتحہ اس نے دیو کے سے امداد
میں ہنسنا شروع کر دیا۔۔۔ اور حیرت انگریز طور پر بھاری ہو گئی تھی کوئی
مہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔
”سائزہ سائزہ۔“ وہ بیک وقت چھپی۔
لڑکی اسی امداد میں قبضے لگائی تھی۔۔۔ پھر وہ ولیسی ہی بھروسے
بھرم مرداہ آواز میں بولی۔ ”میں اشقر جن ہوں۔ تم نے میرے گھر
پیش گئے کی پھیلانی ہے۔ میں تم لوگوں کو معاف نہیں کر سکت۔“
قہقہہ پھر جاری ہو گیا۔ وہ سب بڑی طرح سمجھے ہوئے ایک دوسرے
کو دیکھتے رہے۔ پھر وہی اوجوان آگے بڑھا۔۔۔ پھر زیادہ مروانگی کا
دعا کر جا کر تھا۔
”یہ کیا بخواس ہے؟“ اس نے کٹک کر چھپا۔
”بچھے ہٹھو۔“ سائزہ قبھرہ روک کر مرداہ آواز میں بولی۔
”بڑا حق ختم کرو۔“
”آتمی رٹکے اب میں اشقر جن ہوں۔ اس وقت اس لڑکی پر
میرا قبضہ ہے۔“
”سائزہ! بخواس ہت کرو۔“
”تم لوگوں کو سزا فرور سے گی۔“ سائزہ نے قبھرہ لگایا اور پھر
وہ قبھرہ یک بیک نسوانی چینوں میں نہیں ہو گیا۔ اب سائزہ اپنی
اصل آواز میں چھپے جائی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ۔۔۔
طرف چھپتے۔ ارسے! یہ تو بیہوش ہو گئی۔
”پانی کی بولی لاؤ۔“

اس دیو کو دیکھ کر ان کے دیوتا ہی کوچ کر گئے،
پھر بہتیوں کے توپوں ہیں الہر گئے تھے اور جو حرب
کے سینگ سمائے تھے بھاگ نکلا تھا۔ چینوں میں بلکی بھاری اور
سریہ ہر طرح کی آوازیں شامل تھیں۔

دیو بھاگ تھا اور میں کھڑا چراغ ان الاوین کے فلمی جن کی طرح قبیلے
الگاتار ہا۔ پہنک منزوں والے اپنا سامان تک چھوڑ بھاگے تھے جس میں
کھانے پینے کی چیزیں، ٹرانزیستروں کے علاوہ وعدہ گاریاں بھی شامل
تھیں۔ یہک خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلنے میں الادے کو دخل نہیں تھا۔
اضطراری طور پر اس قسم کے افعال سرزد ہو جاتے ہیں لہذا جب اپنیں
ہوش آیا تو ان کے قدم رکنے لگے۔ پھر سیندرہ یا میں منٹ بعد لیک
ایک کر کے وہ دوبارہ اسی مقام پر آپنے تھے جیاں سے خوفزدہ ہو کر
بھاگے تھے۔ ان میں چھوڑ کیاں تھیں اور چار لڑکے، جن کی نغمیں،
میں باہمیں سال سے زیادہ ذری ہوں گی۔ وہ ڈری ڈری نظروں
سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر یہک بیک لڑکی بولی۔ ”اے
گھاڑیاں...“ اور پھر وہ سب ہی طرح طرح کی آوازیں نکلنے لگے تھے،
کیونکہ دونوں گاڑیوں کے پیٹیتے بیکار ہو چکے تھے، ان کی ہواں تک جکل
تھی۔ ”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہاں ہوا؟“ کوئی بولا۔

”کیا ہڑوت تھی اس طرح جھاگنے کی۔ وہ تنہا ہی تو تھا۔“ ایک
لڑکے غصے لیجے میں کہا۔

”تم شاہید ہیں ٹھہرے رہے تھے۔ دوسرے کا امداد طغیر پڑھا۔
”لیکن جو ایکستے ہو انکی کمی؟“

”جیسے ہم سب بھاگ نکلے تھے۔“
”بہت اپنے۔“ ایک لڑکا خوفزدہ دسی نہیں کے سامنے بولا۔ تم

شاہید یہ کہنا چاہتے ہو کر دوسرے کے مارے ہو انکی کمی۔“
اس پر سب بہی سمجھے ہوئے امداد میں ہنسنے تھے۔

”اس کی کریں؟“ کسی نے کہا۔
”لیکر سکتے ہیں؟“ میرے پاس دو فالتو پیسیتے ہیں اور تھلے

پاس؟“ ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔
”صرف ایک...“

”مرے بے موت... اب والپسی کیوں کر ہو گی؟“
”نم... مگر... وہ کون تھا؟ اور کہاں چلا گیا؟ ایک لڑکی بولی۔

”ارسے سامان نوزیر کھو۔“ کسی نے ہنک لگائی۔
”سب کچھ موجود ہے۔“

”گست... کہیں پھرہ دکھائی دے۔“ ایک لڑکی بکلائی تھی۔
”پتھرا کئھ کرلو۔“ ایک لڑکا آگے بڑھ کر خود اعتمادی کے ساتھ

بولا۔ دیکھتے ہی پھر اُنہوں نے کھو گئی۔
”پانی کی بولی لاؤ۔“

پر... میں کیا بچت ہے؟

"وہ رجح مجھ کوئی خدیث رو ج ہے"

پانی کی بوتل لائی کئی اور دیہوش سائرہ کے چھینٹیے مارے

"اب کیا کریں؟"

"کس مصیبت میں پڑ گئے؟"

"یہ جگہ پنج بج آسیب زدہ علوم ہوتی ہے۔ دیکھو میرے

"کچھ کرو، فضول بالوں میں وقت نہ گناہ۔"

"کیا کر سکتے ہیں؟"

"اسے آٹھا کر علاڑی میں رے چلو۔"

"چلو اٹھاؤ۔"

چارڑیکیاں آگے بڑھیں۔ بیہوش نزک سائرہ ایک گاڑی میں

چھینچاں عقولی، اس کا جسم اکڑ کرہ گیا تھا۔ وہ سب بے حد پریشان تھے

اور بار بار اسی جانب دیکھنے لگتے تھے جوہر سے دینوںوار گھوٹا تھا۔ اس

کے سر پر دھچوٹے چھوٹے سینگ بھی تو تھے اور ڈارھی ایسی تھی،

جیسے سپی شیک پر جھاڑیاں آئیں بولن البتہ سڑک سے چھلکے کی طرح

شفاف تھا۔ ورنہ دھچوٹے چھوٹے سینگ بالوں ہی میں چھپ کر

لہ جاتے، اس کی بنی کتی بیدبیت ناک تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے

باول گرج ج رہے ہوں۔

"تت... تمہارے پاس تو یا تو تھا۔" ایک نے اس نوجوان

سے کہا تو بہت زیادہ دلیلی کامنظامہ کر رہا تھا۔

"گاڑی میں تھا۔ میرے پاس نہیں تھا۔"

"چینگیزی! انہی بہت کرو۔" دوسرا بولا۔ "تمہارے علاوہ شاید

ہی کوئی پیدا نہیں تھا۔" میرے پاس منی کی جرات کر سکے۔"

"وہ نوٹھیک ہے۔" بیڑا لانو جوان سر ہلاک بولا۔ "لیکن ضروری

نہیں ہے کہ کوئی اس طرف آئے پر آمادہ بھی ہو جائے۔"

"ہاں۔ یہ بات تو تھے۔"

"لیکن پہر حال یہ کرنا ہی پڑے گا۔" چینگیزی طولی سانس سے کر

بول۔" میں جاؤں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ ایک باسکٹ میں کافی کا تھرہ میں او

پانی کی بوتل کے ساتھ کھانے کی کچھ چینگیزیں رکھ دے۔ سڑک تک پہنچتے

پہنچنے معاونی رات ہو جائے گی۔"

سائرہ اب بھی بے ہوش تھی اور وہ سب گاڑیوں کے آس پاں

اکٹھے تھے۔ چینگیزی کے مشوے کے مطابق ایک باسکٹ اس کے نئے نیال

کرو گئی۔ سوانحی سے قبل اس نے اپنی گاڑی کے دلش بڑھ کے ایک

خانے سے پیوالونکا لاتھا اور جیب میں ڈال لیا تھا۔ سب سے پہلے وہ

لڑکے بھی جاگ نہیں رہے تھے۔ بک بک چینگیزی نے انہیں
جن جھوڑنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ سب ہی جاگ پڑے تھے۔
"لل... لڑکیاں؟" بھی بک وقت ہٹکا۔
"کہاں ہیں لڑکیاں؟" چینگیزی نے پوچھا۔
"دو اس گاڑی میں تھیں اور دو اس گاڑی میں..."
لیکن ہم سب یہاں ہیں۔"

"چلو اترو۔" چینگیزی نے بائیں جانب والے ساتھی کو دھکا دیا۔
دوسمری گاڑی بھی ہٹھوڑے کی فاصیلے پر موجود تھی۔ وہ سب ہیں
کی طرف دوڑ رکھتے۔ چاروں لڑکیاں گاڑی میں موجود تھیں اور وہ بھی جاگ
نہیں رہی تھیں۔ ان میں سے ایک آواز بیٹھ کر جگائی تھی اور اس
نے بقیہ کو جن جھوڑنا شروع کر دیا پھر اس کے حلق سے ایک خوفزدہ
پیچھے نکلی تھی اور وہ سائرہ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ جا رہی
تھی۔ سب بیدار ہو گئی تھیں لیکن سائرہ اب بھی بے صس و ترکت
بیٹھی ہوئی تھی اور پھر وہ سبھی پاگلوں کی طرح جنچنے لگئی۔ سائرہ پھر
کی طرح سخت ہو گئی تھی، سبے جان، اس کی آنکھیں بند تھیں، پھر
سائنس نہیں لیا کرتے۔ اس میں نہیں کاموں کا سوال ہی، نہیں پیدا ہوتا تھا
اس کے باوجود بھی وہ فوری طور پر ہاں سے روانہ ہو سکتے تھے۔ کاریوں
کے پہتے ان کی لا علمی میں ہریت ایک طور پر کاراً مدد ہو گئے تھے۔

قاومت کی روز، کپاونڈ کے بھائیک سے برآمد ہو کر سڑک پر آئی
اور بہت حصیقی ففار سے غرب کی طرف پڑھنے لگی۔ اس نے غصہ نہ
آئیں کی پوزیشن اس طرح بدلتی جیسے کی تعاقب کرنے والے لفڑی
میں رکھنا چاہتا ہوا۔ کچھ دوڑ حل کر اس نے ففار پڑھائی تھی۔ شاید
مطمئن ہو گیا تھا کہ اس کا تعاقب کسی نے بھی نہیں کیا۔ لیکن جب
تھیوں شاہراہ کے چوراہے سے پیچھے میں اس کا تعاقب شروع ہوا
تو اسے تعاقب کا شہر تک تھا۔ سکھ رہا اور سکھ رہا چینگیزی دی بعد ایک
بسی کی کسی دوڑ افتاب خوارت کے کپاونڈ میں داخل ہوئی تھی۔

قاومت گاڑی سے اتر کر برآمد کے میں پہنچا صدر دروانہ باہر سے
مغلی تھا۔ قفل ہوئی کروہ ایک ابھے کمرے میں پہنچا جہاں بہت
بڑی بڑی صنوئی ڈاڑھیاں دیواروں پیش کی نظر آرہی تھیں۔ بھانٹ
بھانٹ کے بیویوں اسکے ساتھ ایک اور بھی نہ جانتے۔ کتنا میک اپ کا سامان
اوہ اور ہر بکھر اڑا تھا۔ اس نے ایک وگ اٹھائی جس سے ڈالی
ٹوپی چھیں اور ناک پر فٹ ہو گئے۔ والا پلاشک کا یاک نوں بھی پیچھے
تھا۔ میں کچھ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ٹھیک بی بدل کردہ گیلان و قوش
کامیک اپ بھی مکن ہوتا تو شاید استقریب سے دیکھتے والے بھی نہ
بہچاں سکتے۔ اس نے وہ بیاس بھی تبدیل کیا جو گھر سے پین کر آیا تھا۔

یا نہیں۔ فھدا کی پناہ۔ ایس کی تو آواز، ہی بدل کر رہ گئی تھی بالکل
اسی دیو کے سے انداز میں قہقہے لگا رہی تھی۔ اوه! کیا نام تھا؟ وہ
نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا کبھی بھی جن کا نام تھا۔ اس نے
عورتوں پر جن آنے کے بہت سے قشقہ سن رکھتے تھے لیکن اس سے
پہلے ایسی کوئی عورت نظر سے نہیں لگ رہی تھی۔ ان کہاںیوں پر بھی اسے
یقین نہیں تھا۔ لیکن سائرہ کی آواز تو ہرگز نہیں معلوم
ہوتی تھی۔ وہ سوچتا ہوا اور پھر اسے وہ نام بھی یاد آگیا۔ "اشقر جن"
سے تھا۔ غمان دار کا بھیقیا تھا جسے وادی نگبیا کا باشناہ ہی کہتا
چاہیے۔ سرکاری علم اس کی ہرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا
تھا۔ اس کے باوجود بھی چینگیزی نے سڑک سے نیا وہ دوپنک منانے
کی مخالفت کی تھی لیکن جہاں چارچھپر پہنچے اکٹھے ہوں وہاں
تینین تفریح کا ہے سکتی تھی لیکن جہاں چارچھپر پہنچے اکٹھے ہوں
وہ ایک کی کون سنتا ہے۔ وہ جگہ حقیقتاً اس علاقے کی خوبصورت
نہیں تھا۔ وہ آواز بالکل اسی جن پر یوں کی آواز سے مشابہ تھی۔

اس کے ذہن میں دیو کا مسلسل قہقہہ کو نہیں لگا اور پھر
چھٹے چھٹے رُک گیا۔ قہقہہ اس کے ذہن کی پیداوار نہیں تھا وہ اس
تھی اور سب سے بڑا خطرہ تبرید بانیوں کا تھا۔ پیغم وحشی اور بست پرست
اپنے کا انوں سے تن رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جسے وہ فضائی میں
دُور قورنک حکرا تا پھر رہا، وہ انھیرا پوری طرح پھیل گیا چینگیزی
کے جسم سے شہذاء اسٹھنہ اپسیتہ چھوٹ پڑا۔ جہاں تھا وہیں رُک کر
ایک پھر کر اوت میں پوزیشن لینے لگا۔ یہاں اور جیب سے نکل آیا،
تمھاریکیں حماقت کا احساس ہلکی ہو گیا۔ جہاں اندھرے میں پوزیشن
کس کے خلاف لے رہا تھا۔ کیا وہ اس قہقہے کی سمت کا تعین کر
عدو اڑ کیا تھیں۔ بربانیوں کا کوئی گروہ انہیں کھیر لیتا تو وہ چار
دھھاٹ سوکر ایک پھر کری اوت میں دبک گیا ہے۔ ریا اور نکال لینا
بھوئی تھیں۔ وہ اس خوبصورت اسپاٹ کو دیکھا ہی چاہتی تھیں۔
پھر انہوں نے چینگیزی کی غیرت کو بھی لکھا رہا تھا وہ خان دار کا بیٹا
ہونے کے باوجود بھی بزرگ اسٹریک کا نامناظمہ کر رہا تھا۔ چینگیزی تخلص،
نہیں تھا بلکہ اس کی رکوں میں تھی جس چینگیزی کا خون دوڑ رہا تھا۔
اس میں تھی اس کی رکوں میں تھی جس چینگیزی کی جرات کو سکھا کر سمجھا
اس کے بعد اس کے ہاتھ پر ڈھینے پڑتے چل گئے تھے اور پھر دین
کی ٹھہر گئی تھی۔

لیکن وہ دیو کوئی بربانی تھیں ہو سکتا تھا۔ اسے اچھی طرح
کی انتہائی کوشش کر دی جسکے قبیلے کے قلعے کے علاوہ اور کسی
آنے پر بڑی دیرتک اپنی بھارت ہی پر لقین نہیں آیا تھا۔ یہی تھا
شاید خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کے چاروں طرف ناخجی رنگ کی خشنا
وھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ شاید سوچیں چیز پچھے تی دی پھیلے طویع ہوا تھا
اور سب سے زیادہ حیرت انگریز بی تھی کہ وہ اپنی گاڑی کی پچھلی

سیٹ پر اپنے دوسرا تھا۔ اس کے قلعے کے علاوہ دیرتک اس کے نئے نیال
تھا اور تھوڑی ہی دیر بعد اس تھی کہ مسافر پیش آئے۔ والی تھی پچھلی
اکٹھی سیٹ پر بلیٹھے سور پہنچتا تھا۔ اس کی دنوں جانب والے

اس جگہ پہنچا جہاں وہ عفریت وکھان دیا تھا۔ بائیں جانب والی
ڈھلان میں اس نے دوڑ دوڑ تک نظر دوڑا۔ لیکن کہیں کوئی غیرہمool
چینگیزی کوئی دھکائی دی۔ پھر وہ اپنے خویزدہ سانچیوں سے "خدا حافظ" کہہ
کر دیں جس کا اعلان اس کا دیکھا۔ رسار اعلان وہ اس کا دیکھا۔
بھالا ہوا تھا۔ اس طرف سے سڑک کا فاصلہ سستا کم تھا۔

اس کا تعلق وادی نگبیا کے سب سے زیادہ معزز خاندان

سے تھا۔ غمان دار کا بھیقیا تھا جسے وادی نگبیا کا باشناہ ہی کہتا

چاہیے۔ سرکاری علم اس کی ہرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا

تھا۔ اس کے باوجود بھی چینگیزی نے سڑک سے نیا وہ دوپنک منانے

کی مخالفت کی تھی لیکن جہاں چارچھپر پہنچے اکٹھے ہوں وہاں

وہ ایک کی کون سنتا ہے۔ وہ جگہ حقیقتاً اس علاقے کی خوبصورت

وہیں تھا۔ وہ اسے بھی نہیں تھا۔

وہ جگہ حقیقتاً اس سے بھی نہیں تھا۔

”زیر و بھری، جناب۔“

”ٹھیک نہیں ہے... جاؤ اپنا قام کرو۔“

”ایکن اس عورت کا مسئلہ...؟“

”مسنے کی ایسی سی، جو کہہ رہا ہوں تو۔“

وہ کمرے سے چلی خی اور قاسم کو سی پر گزر کر ہاتھے لگا تھوڑی دیر بعد دروازہ پھر گھلادھتا اور کوئی پورا افراد کی نشانہ دکھائی۔

”قاسم بھر ک اٹھا۔“ اتنی دیر سے کیوں آئے؟“

”پہلے تم پتاو، سب خیریت ہے نا۔“ انور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرے ایسا۔

”تم بھائی نے قیوں تھے۔ سب سماں میں پھنسانے والے ہی ملتے ہیں۔“

”کیا پہچاں دیا۔ یہم صاحب نے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”آخر بات کیا تھی؟ کیوں آئی تھیں؟“

”میں تھتا ہوں، خاموش ہو۔“

”زیر و بھری! انور نے اندر کام کی طرف چک کر سکر بھری کو اوڑ دی۔“

”نہیں، نہیں نہیں یہ قاسم دھارا۔“ وہیں جا کر پوچھا لو۔

الوزیر نے اسے گھوڑ کر دیکھا تھا اور سکر بھری کے ندو دار ہونے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گیا۔

قاسم نے اندر کام کا سوچا اف کیا اور بہاؤ اور بلند سوچنے لگا۔ ویخود سالی اب قیام کھلاتی ہے، پتوں میں شنی مجھے، میری...“

آنکھیں تڑ واپس گی۔ ایک ٹانگ کے دس ہزار روپے۔ اچھا۔

چھا۔ دیگر نہیں گا۔ ابے ہاں، میرا جو دل چاہے غاہکوں غا۔

چیپاٹی سالی بیغم۔“

بات نہیں تک پہنچی تھی کہ انور والپس آگیا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کو گھوڑے بے جارہے ہے پھر انور سنجیدگی سے بولا۔ ”تین ماہ سے ہم بزنس کر رہے ہیں۔ آخر آج ہی کیوں؟“

”میں قیام جانوں؟“

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا اشتہار دیکھ کر آئی ہوں۔“

”ایکس تڑ واپس چاہی ہوں۔“

”پس پس سے کھاموش۔“

”یا پھر ہو سکتا ہے کہ تمہارے پاچاٹک غائب ہو جانے کی بنا پر میں مشتبہ ہوا ہو۔ آخر تم مجھے کیوں نہیں بناتے کہ یہ دن کہاں غائب ہے تھے۔“

”میرا مسئلہ میرا شوہر ہے“ قاسم کی بیوی ٹھنڈی سماں تک بولی۔ ”کیا آپ طلاق لینا چاہتی ہیں؟“

”ہرگز نہیں!“

”پھر ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟“ سیکرٹری نے پوچھا۔

”میں اپنے شوہر کو پہلوانا پھانسی ہوں۔“

قاسم نے سختی سے دانت پھیلایا۔

”ہم کوئی غیر قانونی کام نہیں کرتے، محترمہ“ سیکرٹری بولی۔

”ارسے پہلو میں تو اب کام ہو گا۔“ قاسم کی بیوی نے قاسم کی طرف دیکھتے پڑیں۔

”میں نہیں سمجھی، عذر من۔“

”اگر اس کی دلوں مالیگیں توڑ دی جائیں تو میں فی مانگ دس ہزار روپیے تک دے سکتی ہوں۔“

”معقول رقم ہے“ سیکرٹری سنجیدگی سے سر بلکہ بولی اور قاسم آسے قہار الود نظروں سے دیکھنے لگا۔

”تم لوگ اس مسئلے پر اپنی طرح غور کرو۔“ قاسم کی بیوی انھی تھوڑی بولی۔ ”میں محل پھراؤں گی۔“

سیکرٹری اسے رخصت کرنے نے صدر دروازے تک گئی تھی اور پھر قاسم کے کمرے میں واپس آگئی تھی۔

”کیا خیال ہے؟ جناب! رقم تو خاصی ہے“ اس نے قاسم سے کہا۔

”خیال؟“ قاسم دھاڑ کر کھڑا ہو کیا۔ پچھے اور بھی کہنا لیکن جلدی سنبھال گیا۔ وہ اس میک اپ میں بندف ہاس تھا، قاسم نہیں۔

سیکرٹری اسے تھیں تھوڑی نظروں سے دیکھتی رہی۔ قاسم کو کچھ نہ سوچتی تو پول۔ ”قہار مر خیا زیر و لو۔“

”وہ... وہ... پتاب زیر و لوگی بچو کہ میری سمجھیں آسکی!“

”وہ کوئی حرکت؟“

”اسی عورت کے پیچے ہی دیکھو وہ بھی افس میں داخل ہوا تھا لیکن اس کی شکل دیکھتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔“

”ہاں... ہاں، اب تو بھاگے ہی غاسالا، کھیڑ کھیڑ... وسخ لوں گا۔“

”میں نہیں سمجھی، جناب!“

”چُپ کر ہو... میں قون ہوں؟“

”زیر و لو۔“

”وہ قون ہے؟“

”زیر و لو۔“

”تم کون ہو؟“

”کیس نہ بڑھا جناب؟“ قیس نہ پڑھا۔ قاسم اسے لکھوڑے تے ہوا بولا۔ ”قیس نہ بڑھی تم ہی تبلو
”وہ وہ وہ“ عورت سر ہلکائی۔

”زیر و لوٹ کمال ہے؟“

”ابھی نہیں تشریف لائے جناب“

”لاٹ صاحب کا پچھہ ہے سالا۔ روزیت آتا ہے۔ جاؤ
غیر حاضری لٹھا دو۔“

”بہت بہتر جناب“ اس نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف
بڑھ گئی۔ قاسم اس کے چلنے کے انداز کو بڑی لگادڑ ہے دیکھ رہا تھا۔
وہ چلی گئی۔ دروازہ بند ہونے پر اس نے بڑی لمبی سانس کھینچی تھی
پھر کرسی کی پشتگاہ پر ڈھیر ہو جانے کا رادہ ہی کر رہا تھا کہ انہیں سامنے سے
اواز آئی۔ ”ایک موکلہ فوری طور پر ملنا چاہتی ہیں، جناب!“

”زیر و لوٹ آیا یا نہیں؟“ قاسم نے پوچھا۔

”نہیں جناب“

”اچھا تو تم ہی موقلم ہے پوچھ لو کہ انہیں کیا مکملیف ہے؟“

”وہ حرف آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں“

”ناممکن، گفتگو میں نہیں فرماتا۔ زیر و لوٹ کرتا ہے۔“

”وہ موجود نہیں ہیں“

”کہہ دو کہ گفتگو والا موجود نہیں ہے۔ پھر کبھی تشریف پہنچائیں
وہ کسی طرح مانتی ہی نہیں۔“

”حوالہ ہے؟“ قاسم نے منہ پلا کر پوچھا۔

”جی ہاں“

”اچھا تو لاٹا ہے میگر گفتگو تم ہی کرو گی۔“

”بہت اچھا جناب“

قاسم سیدھا ہو بلیخا اور لکھوڑ میں کچھ اس قسم کی خونخواری پیش کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا کہ آنے والی موکلہ کا نیچہ موکلہ
لیکن ہوا یہ کہ موکلہ کی شکل دیکھ کر خود قاسم کی گھمکھی پنڈھ گئی۔ یہ موکلہ
خود اس کی اپنی بیوی تھی جس کی لاعلمی میں یہ کھٹراگ پھیلا بلیخا تھا
بیکھڑا سڑ میں نہ جانے کوں کوں اسی حرکتیں سر زد ہو چاہیں
لیکن آئے فوراً یادا گیا کہ وہ خود تو میک اپ میں ہے، پہچان تو ہو سَ
گی نہیں۔ لہذا اجھی کڑا کر کے خاموش بلیخا رہا۔ سیکرٹری موکلہ کو کرسی
پیش کر کر ہوں گوں۔ باس صرف سُستے ہیں، بو لئے نہیں۔“

بیوی قاسم کو لکھوڑے جا رہی تھی اور قاسم بھی آنکھیں پھاٹھا تھا۔

”آپ اپنا مسئلہ بیان کیجیے۔ سیکرٹری بولی۔ ہم معقول ہیا وھی
پر نہ صرف مسئلے کا حل بتاتے ہیں بلکہ عملی طور پر بھی مدد کرتے ہیں۔“

پچھو دیر بعد بامثل کر مدد دروازے کو دوبارہ متعقل کیا اور بگراج سے ایک جیپ نکلی۔ دروازے اسی عمارت میں چھوڑ دی گئی تھی اور اب وہ جیپ ڈالنے کو رہا تھا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم ہیں تھے کہ ایک گاڑی اپ بھی اس کا تعاقب کر سکتی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے جیپ روکی، اور فٹ پانچھ پر اتر جیا۔ تعالیٰ نے پیوالی گاڑی کے پچھے اس کے ڈرہ کر فٹ پانچھ سے جائی۔ قاسم نہ اٹھا شے جیسا لیکن عمارت اپنے ہوئے کی طرف چل پڑا تھا۔ وہ جب بھی مہال آتا تھا تو میں کر رہا چاتا لوگ اس کے نئے راستے چھوڑ دیتے اور چلتے چلتے رک کر اس طرح یک پھٹے لگتے تھے جیسے وہ کسی دوسرا دنیا کی تخلوق ہو۔ اٹھا میسوں نیز کے لیے روانگی لفت کے دریعے ہوئی تھی اور وہ لفت میں نہ رہا تھا۔ اٹھا میسوں نیز تک پہنچے پہنچے اس کی اور شماں میں درود ہو جانا تھا کیونکہ لمبے چوڑے جسم کو موڑ کے بغیر لفت میں بھاہی نہیں سکتا تھا لفت بوائے ایک گوشے میں دبڑے ہوا پتی ہنسی رونکنے کی کہشش کرتا رہتا تھا۔ قاسم کی طرف دیکھ پہنچی نہیں تھا۔ یہ بات پہلے ہی دن طے ہو گئی تھی کہ وہ اسے لفت میں تہلکے جایا کرے گا اور اس کی طرف دیکھا نہیں کرے گا۔ اس کے عوام اسے رفدانہ پانچ روپے ملنے تھے۔ قاسم لفت میں داخل ہوتے ہی اس کے ہاتھ پانچ روپے کا لفٹ رکھ دیتا تھا۔ معمول کے مطابق اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔

لفٹ بوائے لفت کو گراونڈ فلور پر داپس لایا تو ایک خوش پہنچی عورت اس کی منتظر تھی اور اتفاق سے اس لفت کے قریب کو ایسا آدمی موجود نہیں تھا جسے اور جانارہا ہو۔

”کیا آپ اپنے تشریف لے چاہیں گی؟“ لفت بوائے نے پڑے ادب سے پوچھا۔

”اسی فلور پر جہاں اسے چھوڑا ہے ہو۔“ عورت نے جواب دیا۔

”اوہ“ لفت بوائے کے ہونٹوں پر بجی سی مسکرا بہت نمودا ہوئی۔

”وہ کس نام سے ہے؟“ عورت نے اسے نظر انداز کر کے پوچھا۔

”پتہ نہیں جناب!“ اسے بیت لوگ پتہ پوچھتے ہوئے آتے ہیں وہ لفت میں داخل ہو گئی۔ اسے بھی لفت بوائے نے اٹھا میسوں فلور پر چھوڑا۔ اس دوسری میں قاسم اپنی نئی رچہ سنچ چکا تھا۔ اس نے گھن بھائی اور ایک یحیم سیدھم جوان عورت نے مگرے کا دروازہ کھول کر ”یہیں باس۔“

”اوہ آقر بیٹھو۔“ قاسم نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”یہیں باس۔“ اس نے موڑبانہ تعیین کی تھی۔

”پورٹ!“ قاسم اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”تاب سیکرٹ!“ قاسم مسکرا کر بولا۔ ”نہیں بتایا جا سکتا...“
ابے میں جاسوں کا پہاڑ ہوں۔“
”اگر میری را علیمی میں اپنے طور پر کچھ کہ لیجئے تو تھاری پریشان
حالی کی فتحے داری مجہ پر نہ ہوگی۔“ انور حشک ہبھے میں بولا۔
”میں قہتا ہوں کاموں رہو۔“
”زیر و تحری کا کیا ہوگا؟“
”بستور ملازم ہے گی۔ وفتر بند کردینے سے اس کی مذمت
پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔“
”مگر میں دفتر کیوں بند کروں؟“
”تمہاری بیگم صاحبہ کے توسط سے یہ شر حیدر نک خود پہنچ
گی اور گرنل صاحب اسے ہرگز پسند نہیں کریں گے۔“
”بہت دیخے ہیں قرنل ورنل۔ میں قیا کسی سے کہم ہوں۔“
”وہ تو شہیک ہے نہیں ہمارا یہ بُنْش قانونی طور پر جائز
نہیں ہے۔“

”ابے جاؤ۔ کسی اور قاؤ تو بنا نا۔ قانونی طور پر جائز نہیں
ہے۔ ہونہہ۔“
”میں غلط نہیں کہہ رہا۔“
”کیا ہم چوری چھپے کا کر رہے ہیں؟ اسے ہمارا اشتہار تو
انباروں میں چھپتا ہے۔“
”سمجنے کی کوشش کرو۔ میں نے اشتہار کو اس قسم کا بنایا ہے
کہ عام طور پر ہمارا اوارہ نفیماں مسائل میں متعلق سمجھا جائے میکن
دوسرے مذور مذکور میں سمجھ لیں کہ ہم اس سے بھی زیادہ کچھ کر سکیں گے
لہذا ایسے لوگ جو پولیس سے مد نہیں لینا چاہتے، ہمارے پاس کچھ نفیماں
ملیعنی بھی آتے ہیں، اسی لیے اس ناکام لیڈی ڈاکٹر کو زیر و تحری
بنا نا پڑا۔ پہنچے دوسرے پرے ماہوار وہ اپنی پر نیکی سے تو نہیں
کہا سکتی تھی، اپنے مطلب میں بیشم مکماں مارا کری تھی۔
”میں سمجھ گیا۔“ قاسم پر تشویش لہجے میں پڑھا۔
”اس نے اب مجھ بتا دو کرتین دن تم کہاں غائب رہے؟“
”ہرگز نہیں بتا دل غا۔“
”آخر کیوں؟ ہمارے مقابلے میں رازداری تو نہیں شامل تھی۔“
”امے جاؤ۔ اب قیا میں پونش میں تھیں یہ بھی بتا دوں
غاہک زیر و تحری مجھ سے محبوث کرنے لگی ہے۔“
”دیکھو بیٹے جاستو کے پہاڑ۔ میں نے تھیں پہنے بھیجا دیا
تھا کہ اس چکر میں نہ پڑنا۔“

”کون ہی آفت آغٹی؟“
”یہ جو اگر فی الحال چل گئی ہے صزو روکوئی آفت لاشے گی تم
دیکھیت۔“
”ابے ہاں! یہ تو تھیں اب تک یقین نہیں کہ میں اس میں ملوٹ
نہیں ہوں۔“
”کیسے نہیں آجائے انھیں بھی جانتی ہوں اور آپ کو بھی؟“
”سنو، میں اس کا ووست ہوں۔ اسے کسی ایسے کام کی ترقی
نہیں دے سکتا جس کی بنا پر وہ قانون کی گرفت میں آجائے۔“
”قانون تو آپ لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔“
”اب مجھے کچھ نہ کھو کر ناپڑے گا!“ حمید نا خوش گوار ہجھے میں
بولتا۔ یہ اکام مجھے اس غارت کا پتہ تاسکوگی جہاں اس نے گاڑی تبدیل
کی تھی اور میک آپ کیا تھا۔“
”آپ نہیں جانتے؛ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسلسل
”بس اب اس مسئلے پر کھنکو نہیں ہوگی۔“ حمید بھڑک اٹھا۔
قاسم کی بیوی مٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھ جا رہی تھی
”چلیے یقین آگیا کہ آپ لا علم ہیں۔“ اس نے بالآخر کہا اور،
حمدید نے طویل سانس لی۔
”یقین کرو، میں کچھ نہیں جانتا۔“ حمید نے رخ چوکر میں
سامنہ بنا یا۔
”تو جناب خوداں میں تو اس کی صلاحیت نہیں ہے کہ کسی ہمارے
کے بغیر کوئی ایسا کام کر سکیں۔“ قاسم کی بیوی نے خشک لہجے میں کہا۔
”یہ بھی درست ہے۔“ حمید سر بلکر بولا۔ ”اچھا اس عورت کے
ہمارے میں کیا خیال ہے؟ جو اس کی سیکریٹری بنی ہوئی تھی۔“
”میں نہیں جانتا۔“ وہ کوئی ہے اور کہاں رہتی ہے۔
”قاسم نے کچھ نہیں بتایا۔“
”میں نے اسی عورت سے نام پوچھا تھا۔“ قاسم کی بیوی نہیں کہ بول۔
”زیر و تحری؟“
”کیا مطلب؟“
”اس نے ہی نام بتایا ہے۔ بہت تیز عورت معلوم ہوتی ہے۔“
”وفتر میں اس عورت کے علاوہ کوئی اور بھی تھا۔“
”نہیں، میں کچھ ہوں حمید بھائی! اگر آپ انھیں اس میں
دیکھ لیتے تو کسی طرح بھی اپنی بہنسی نہ رفک سکتے۔ یہاں تو سمجھیدگی برقرار
ر کرنے کے سلسلے میں پہنچ میں درو ہو گیا تھا۔“
”تو اب وہ گھر بہرہیں لکل رہا۔“
”جی نہیں، کہتے ہیں ایک بختے تک آرام کروں گا۔“
”تم نے اس پر نظر ہر تو نہیں ہونے دیا کہ وہ میک آپ میں،
پہنچانا چاہ کا ہے۔“
”قطعاً نہیں، میں نہایت ممولاں میں کوئی فرق نہیں آئے دا۔“

”یہ بہت اچھا کیا۔“ حمید بولا۔
قاسم کی بیوی اسے غور سے دیکھتی ہوئی بہنس پڑی۔
”اوہ! تو تھیں اب تک یقین نہیں کہ میں اس میں ملوٹ
نہیں ہوں۔“
”کیسے نہیں آجائے انھیں بھی جانتی ہوں اور آپ کو بھی؟“
”سنو، میں اس کا ووست ہوں۔ اسے کسی ایسے کام کی ترقی
نہیں دے سکتا جس کی بنا پر وہ قانون کی گرفت میں آجائے۔“
”قانون تو آپ لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔“
”اب مجھے کچھ نہ کھو کر ناپڑے گا!“ حمید نا خوش گوار ہجھے میں
بولتا۔ یہ اکام مجھے اس غارت کا پتہ تاسکوگی جہاں اس نے گاڑی تبدیل
کی تھی اور میک آپ کیا تھا۔“
”آپ نہیں جانتے؛ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسلسل
”بس اب اس مسئلے پر کھنکو نہیں ہوگی۔“ حمید بھڑک اٹھا۔
قاسم کی بیوی مٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھ جا رہی تھی
”چلیے یقین آگیا کہ آپ لا علم ہیں۔“ اس نے بالآخر کہا اور،
حمدید نے طویل سانس لی۔
”آج قاسم کی بیوی نے اسے فون کر کے گھر نہیں بلایا تھا بلکہ
خود آئی تھی۔ فریڈی گھر پر موجود نہیں تھا۔“
”سوال تو یہ ہے کہ فتنہ دفعتہ اس حذکر تھیں کیوں ہوا کہ
تم اس کے تناقہ میں نکل کھڑی ہوئیں۔“ حمید نے تھوڑی دیر بعد
سوال کیا۔
”بیخیر تباہ تین دن گھر سے فائس رہے تھے۔“ قائم کی بیوی
کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”مجھے یقین ہے کہ یہ سلسلہ بہت دونوں بھاری تھے۔“
”یہ کس بنا پر کہہ سکتی ہوئی؟“
”وفی جانا دو تین دن کی بات نہیں اور پھر اب تو میں نے
اشتہارات کے نہایت سمجھی اکٹھے کر لیے تھے۔ ان میں تین ماہ قبل کے
اشتہارات بھی شامل ہیں۔ ادارے کا نام ”رازدار“ ہے۔
”رازدار“ حمید چونک پڑا۔
”یکوں کیا بات ہے؟“ وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔
”وہ تو کسی ہماری خصیات کا لکھنگا ہے۔“
”جی نہیں۔“
”ارئے ہاں، یہ ڈاکٹر فوزیہ کا ادارہ ہے۔ اس دوران میں
کئی پارٹیوں میں اس سے ملاقات ہو چکی ہے۔ ذہنی امراض کی معالجہ
”رازدار“ اسی کا اسٹیبلیشنٹ ہے۔“
”وفی حمید نے اس پر نظر ہر تو نہیں ہونے دیا کہ وہ میک آپ میں،
پہنچانا چاہ کا ہے۔“
”قطعاً نہیں، میں نہایت ممولاں میں کوئی فرق نہیں آئے دا۔“

”آپ زیر و تحری کا خلیہ بیان کر رہے ہیں۔“ وہ اپنا اپری
ہونٹ پھیل کر بولی۔
”اگر یہ بات ہے تو تھیر مجھے سمجھدہ ہوتا پڑے گا۔“
”چلیے ایسے آپ کو وہ عمارت دکھاؤ۔ جہاں سے وہ حضرت
میک آپ میں بر آمد ہوئے تھے۔“
”ضور چیلوں کا۔“
”قفل تکنی کے آلات بھی رکھیجیے گا۔ غارت متعقل ہی ہوگی۔“
غارت مخفی آبادیوں سے قفل کھونا پڑا کہ اسے دوبارہ بند بھی کیا جاسکتا۔
کوئی تدبیروں سے قفل کھونا پڑا کہ اسے دوبارہ بند بھی کیا جاسکتا۔
وہاں ایک کمرے میں میک آپ کے سامان اور جیوں سات کے علاوہ اور کچھ
بھی نہیں تھا۔ شاید تو سرے کر کے استعمال ہی نہیں کیے گئے تھے۔
”نامکن۔“ حمید پڑا۔
”کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟“ قاسم کی بیوی اسے غور سے دیکھتی
ہوئی بولی۔
” بلاشبہ وہ اپنے طور پر اس حدتک نہیں جاسکتا۔“
”بیں سمجھتی ہوں۔ اسی بیئے تو خیال آپ کی لفگی کیا تھا۔“
”شہر میں اونٹ بندام۔“
”بہر حال میں کچھ نہیں جانتی۔ اس محاصلے کو آپ ہی دیکھیں گے۔“
”ایک آدمی اور بھی سمجھے جس نے ایک آدھ بارا میں اپنی
مقصد بڑا کی کے لیے استعمال کیا ہے۔“
”کون ہے؟“
”ایکن وہ مشکل ہی سے اعتراض کرے گا۔“
”نچھے تباہ یہ ناکوئی ہے؟“
”اسٹار کا کام رپورٹ راور۔“
”وہ رشیدہ والا۔“
”ہاں... وہی... اگر تم اس کے مدد پر تھوڑا سا جھوٹ بول سکو
تو میں انکلوالوں گا۔“
”یہ نہیں سمجھی۔“
” بتاتا ہوں۔“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”یہ اکام نے اسے کبھی
دیکھا ہے۔“
”قاسم صاحب کے پاس تصویر دیکھی تھی۔“
”یعنی اسے دیکھ کر پہچاں لوگ۔“
”ہو سکتا ہے۔“
”بہر حال اسے دیکھتے ہی تھیں بے ساختہ کہنا ہو گا کہ یہی صاحب تھا۔“
”یہ نہیں سمجھی۔“
”تم نے اسے رازدار کے افس میں دیکھا تھا۔“

”مگر میں نے تو اسے نہیں دیکھا تھا۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہیں کہنا یہی ہو گا کہ ہمارا تمدن دیکھتے ہیں وہ کسکے لیا تھا۔ شاید سمجھا تھا کہ تمہاری اس پر نظر نہیں پڑی۔“

”اوہ، میں سمجھ کریں، میکن اس کی جس کے جواہ میں گزر ڈال کر کی تو؟“

”تمہیں صرف اتنا ہی کہنا پڑے گا۔ اس کے بعد تم اس کی کسی بات کا جواب نہ دوگی۔“

”ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔“

”جیسا کہ میں حمید اور قاسم کی بیوی کو دیکھ کر، انور اتفاق سے آفس ہی میں گیا۔ حمید اور قاسم کی بیوی کو دیکھ کر، بڑی طرح چونکا بھر اپسانہ آئے لگا تھا جیسے قاسم کی بیوی کو ہیل بار دیکھا ہو۔“

”آپ کی تعریف ہے وہ اپنی بائیں آنکھ و بارک مسکرا کر ایسا اور قاسم کی بیوی بولی۔“

”میں صاحب تھے۔“

”جیسا کہ اور کوئوں سے جارہا تھا۔“

”کیا بکواس سے؟“

”اس با تھیں نہیں خشون کا۔ شاید کمز صاحب بھی اس میلے میں خدا اندازی نہ کر سکیں۔“ حمید نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”آؤ چیزیں!“ حمید نے قاسم کی بیوی سے کہا اور دعاوے کی طرف ڈالیا۔

”بات اُستنتو؟“ انور اسکا ہوا بولا۔

”وقت نہیں ہے، آفس میں ٹلب کر کے سنوں گلا۔“

انور نے بے پرواہ سے شاتوں کو جبکشی دی اور بیٹھ گیا۔ اس

کے ہوشوں پر استہزا بیٹھ کر اسے گھوڑتے ہوئے بوجا۔

”اب کیا ہو گا؟“ قاسم کی بیوی نے گھوڑتے ہوئے بوجا۔

”مجھے تین ہو گیا ہے کہ اس میں اسی کا ہاتھ ہے نیکن شاید اسے ثابت نہیں جایا جاسکے۔ اس کا اتحاد قاسم کے اعتراض بی پڑھا۔“

”میں ہیں سمجھی۔“

”اب جسمور یہ کاہو اپارمنٹ قاسم کے نام سے حاصل نہ کیا گیا ہو گا۔“

”وہ ڈاکٹر فوزیہ۔“

”تم جانتی ہو کہ قاسم یحیم شحیم عورتوں کے پیچے کس طرح بجا لاتا ہے۔“

”میں دیکھوں گی اس سمجھت کو بھی۔“

”تمہیں مزید خل اندازی کا مشورہ نہیں روں گا۔ اب یہ

سب بچ پڑھوڑو۔ قاسم کی داشتیں ایسی ہیں، بھی جو جیسے تم نے

اُستے رازدار کے ذریعے بھیجا نہیں تھا۔“

”بیرا تو خون کھول رہا ہے۔“

”خود کو قابو میں رکھو۔ ورنہ دقاقوسے باہر ہو جائے گا۔“ حمید صاحب

نے بھی آندر کا رنگ بارکر اسے ڈھیل دے دی ہے۔ آج کل تھاہے

علاءوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ کیا فائدہ کشم اپنا بھرم بھی کھو دیکھو۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ وہ مردہ سی آوانی میں بولی۔

”جیسے کہ خیالِ درست نہ کل۔“ بھرم بھی میں ”رازدار“ کا ذمہ تاکہم کے

نام نہیں حاصل کیا گی تھا۔ اس کی کیا ہے ڈاکٹر فوزیہ نہیں اور وہ عمار

جہاں قاسم بھیں ید لا کر نہ کھا اس کے اپنے بیپ بی کی منیکت تباہت

ہوئی۔ حال بھی میں خیلی بھی تھی۔ کرائے کے بیچ خالی تھیں یعنی عامم

صاحب کی علمی میں اس پرستے ۷۰۷۶۷ کا ذمہ دھنادیا گیا تھا۔

”یوں ہی آنکھ کر چلا اُوں۔“

”نہیں، میرا اور اپنا سوٹ کیس بھی لیتے آتا۔ جلدی کروقت کہے۔“

”زیادہ عرض قیام رہے گا۔“

”تمہیں اعتراف ہے۔“ حمید اسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”لگے گئے پائیں ہیں۔“

”کیا یہ ثبوت نہیں ہے؟“

”کس بات کا؟“

”تم لوگوں نے غیر قانونی طور پر غیر سانی کا اوارہ قائم کر لکھا ہے۔“

”ہوش کے ناخن پوچارے شرک ڈاکٹر فوزیہ میری مصالح ہے،“

آج میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں۔ دو ماہ سے اس کے زیلاج ہوا۔“

”تمہارے کام کیا ہے؟“

”میں ڈاکٹر فوزیہ سے جو عنی کیا ہے؟“

”میں ڈاکٹر فوزیہ سے جو عنی کیا ہے؟“

”یہ تو ایسی چلے گی پیارے شرک کے تھیں دن میں تارے نظر

آجائیں گے۔“

”تمہیں نے بھی سے طویل سانس لی۔ اُسے پہنچے ہی اندازہ بھیگا

تھا کہ نہیں چلے گی۔ بھر بھی دھونسائے کے بی اُسے ٹلب ہی کریا تھا

اس طرح کم از کم قاسم کی بیوی کی پریشانی تو رفع ہی ہو سکتی تھی۔ فلاہر

تھا کہ ان حالات میں خود انور قاسم کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا۔

بہر حال وہ اب بھی انور کو خونخوار نظروں سے گھوڑے جارہا تھا۔

”اوکپھ؟“ انور نے طنزے سی مسکراہت کے سانہ کہا۔

”تم جاسکتے ہو۔“

”یکن اب اگر تم نے پھر بھی اس طرح مدعو گیا تو تمہارے پیے ایں۔“

”عدو جھبھنا اور ملبوں کا ذریثہ ضرور لےاؤں کا۔“

۹۲۹

حمد و داش پیس کر رہ گیا۔ اور جاتے جاتے دروازے کے لگبڑ کرایک بار پھر اس کی طرف مڑا تھا اور بائیں آنکھ دبارک

تلکی گیا تھا۔

”دیکھوں گا یہاں اُنم کو،“ حمید گردن جھٹک کر ڈبڑایا۔

ٹھیک اسی وقت دون کی لفڑی بھی۔ اس نے بے دل سے

لیسیور اٹھایا۔ دوسرا طرف سے ذیبی کی آواز سن کر پھرے پرسی قد

بھائی کے آنڈھرائے تھے۔

”یہ اپرورٹ پر تھا۔“ اس کی اپرورٹ ہوا۔

”ایسی کوئی بات ملے تو نہیں تھی۔“ حمید بولا۔

”ایک جھنپسے پہنچنے بچے والی فلاٹ سے رام لکھ روانہ ہوا تھا۔“

”یوں ہی آنکھ کر چلا اُوں۔“

”نہیں، میرا اور اپنا سوٹ کیس بھی لیتے آتا۔ جلدی کروقت کہے۔“

”فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہری اپ!“

دوسرا طرف سے سلسہ منقطع ہوتے کی آواز آئی اور حمید نے

پر تھکر انداز میں لیسیور کریڈل پر لکھ دیا۔ چند لمحے بھی سوچتا رہا پھر فاکم

کے بڑا اعلیٰ کرکے اس کی بیوی کو ضرورت محل سے منتظر کرنا تھا۔

لیکن دوسرا طرف سے قاسم کی دھاڑکنی دی۔

”میں انور بول رہا ہوں۔“ حمید نے انور کی آواز بنانے کی ہوش

کرتے ہوئے کہا۔ ”گھر سے باہر قدم نہ نکالنا!“

”بیوں؟ اتنے ڈرپوں ہو گئے ہو پہاڑے۔ ہی ہی ہی ہی۔“

”تمہاری بیوی سارے شہر میں زیر و تھری کو تلاش کرتی پھر ہی

ہے، اگر پسیں کو علم ہو گیا تو غصب ہو جائے گا۔“

”اوہ، تو یہ بات ہے۔“ قاسم آہستہ سے بولا۔ ”ابھی کہیں سے

اوپس آئی ہے۔“

”میں غلط نہیں کہہ رہا۔“ حمید طویل سانس لے کر بولا۔

”یقین اس نے مجھ سے تو پچھے نہیں کہا۔ پچاہن ہی نہیں سکتی تھی۔“

”اس وہ میں نہ رہنا بہت چالاک عورت ہے۔“ ڈاکٹر فوزیہ کو

ملائش کیتے کے بعد تھاری خبرے گئی۔

”آسے یہ عورت مجھے پاگل قرےے غی۔ میں کہاں مرجاوں؟“

”دوسرا طرف عورت کا خیال ترک کر دو۔“

”میں زیر و تھری کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ سمجھے زیر و لوث۔“

حمدید پر معنی انداز میں سر کو جنبش دے کر بولا۔ ”عورت کے

خیز نہ رہنا سیکھو۔“

”نہیں سیکھتا۔“ دوسرا طرف سے قاسم دھاڑا۔ ”قیام عورت

کے آپا بیاں ہو۔۔۔؟“

”بھیجیں تو ہمچنانہ دیکھا تھا۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہیں کہنا یہی ہو گا کہ ہمارا تمدن دیکھتے ہیں وہ کسکے لیا تھا۔ شاید سمجھا تھا کہ تمہاری اس پر نظر نہیں پڑی۔“

”اوہ، میں سمجھ کریں، میکن اس کی جس کے جواہ میں گزر ڈال کر مسکرا کر ایسا اور قاسم کی بیوی بولی۔“

”آپ کی تعریف ہے وہ اپنی بائیں آنکھ و بارک مسکرا کر ایسا اور قاسم کی بیوی بولی۔“

”میں صاحب تھے۔“

”جیسا کہ اور کوئوں سے جارہا تھا۔“

”کیا قصد ہے؟“ اس نے بھی تیکھے ہیچے میں پوچھا۔

”رازدار۔“ حمید نے سر و لہجے میں کہا۔

”کیا بکواس سے؟“

”اس با تھیں نہیں خشون کا۔ شاید کمز صاحب بھی اس میلے

میں خدا اندازی نہ کر سکیں۔“ حمید نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”آؤ چیزیں!“ حمید نے قاسم کی بیوی سے کہا اور دعاوے کی طرف ڈالیا۔

”بات اُستنتو؟“ انور اسکا ہوا بولا۔

”وقت نہیں ہے، آفس میں ٹلب کر کے سنوں گلا۔“

انور نے بے پرواہ سے شاتوں کو جبکشی دی اور بیٹھ گیا۔

”اب کیا ہو گا؟“ قاسم کی بیوی نے گھوڑتے ہوئے بوجا۔

”مجھے تین ہو گیا ہے کہ اس م

یہ ابھی حال ہی میں فریدی کی ماحصلتی میں آیا تھا جو شکل، تو انہا اور جوان عمر تھا۔

”یہاں کون جچان بین کر رہا ہے؟“ حمید نے پوچھا۔ حب

”ابھی تو کوئی بھی نہیں۔ صرف میں ہی ہوں۔ پہلے سے کوئی صاریح سامنہ نہ تھا۔“

”ہوں، اچھا تو تمہیں ٹھہرو، میں ابھی واپس آتا ہوں، میں

بتوہن کے قریب کسی کو بھی نہ جانتے دینا۔“ شاہد طویل سافنس میں کر بولا۔

”پہلے سے انتظام کر چکا ہوں۔ دو دفعیں کافی تسلیم اس کے

سامنے موجود ہیں اور اس جگہ سے بھی لفڑیا ہشاد یہے گئے ہیں؛ جہاں

سے فائر کیا جاسکتا ہے؟“

”کندھیشن کیسی ہے؟“ وہی بجکسی زخمی شیر کی ہو گئی۔ شاہد طویل سافنس میں کر بولا۔

”اس کے بعد حمید اپستال کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ شاہد۔“

عُزیزی جملے نے اسے پڑی فحصالیں بنداہی تھیں کہ حالت پتھری ہیں۔

”بیویوں ہو چاہنے والوں کو زخمی شیر نہیں کہا جاسکتا۔ اپستال پسچھے ہی آپنے

اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اس سے حمیدی کو ادا مکری پہنچیم دراز پایا۔ اسے دیکھ کر مسکرا یا تھا۔

”کوئی خاص بات نہیں، پڑی محفوظ ہے۔“ اس نے حمید کی ہکھلی

میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”حملہ آور نے شاید ول کو نشانہ بنایا تھا لیکن

ڈائیگر دباتے وقت ہندہ بیک گیا۔... حمید کو چھپا ہوا۔

”کیا ول ہی ول میں مجھے برا بھلا کہہ رہے ہو۔“ فریدی نے

اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”نہیں، سوچ رہا تھا کہ مجھے سے لاذواری برتنے کا بنا۔ ہی

ہونا چاہیے۔“

”لیسی لاذواری؟“

”آخر پانک رام گندھا کا پر وگا کیسے بن گیا تھا۔“

”ایک بجھے ملک مجھے بھی علم نہیں کہا تھا کہ رام گندھا جانا پڑے گا۔“

”بہر حال اس طرح آپ کو ادا مکر جانے سے روک دیا گیا۔“

”غوری نہیں ہے کہی بات ہو جملہ اور رات تھے نہیں آسکا۔

فائزہ بے آواز تھا اور مجھے لفیض ہے کہ سیلیفون بتوہن کے سامنے والے

ٹولٹ سے کیا گیا تھا جس کا دروازہ کشمچک پوسٹ کی طرف

بھی کھلتا ہے۔“

”معاٹے کی نویت کا علم ہوتے بغیر میں آپ مشتفق نہیں

۔“ کیوں؟“

”اوہ کمی کمی کمی!“ وہ شرمزدگی سے بنسا۔

”ایک بات سمجھیں ہیں اُمی۔“ حمید نے تھوڑی در بعد کہا۔

وقت..... حملہ اور ہوجپہ آپ کسی فوزی مزورت کے تحت

رام گندھا جا رہے ہوں؟“

”کام بھی فی الحال بھی ہی ہو سکتا ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا

”میں بھی سمجھا۔“

”میں سی سرکاری کام سے رام گندھے ہیں جا رہا تھا۔“

”بات کو طول دے کے آپ میری الجھنوں میں افذاذ کر رہے ہیں۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ فریدی نے سامنے والی کوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آج ایک بجے خان دار کا ایک خصوصی قائمدا اس کا خط لا یا تھا۔“

”ابھیں یہ شاید تو اپنی سایلوں کے قلعے نہ نہ کر جائے“

”ہاں یہ دیکھو۔“ فریدی نے ایک لفاظ جیب سے نکال کر

”حمدی کی طرف پڑھا دیا۔“

”جیسی آپ کی مرضی؟“

”لیکن اب دو انگلی کی دوسری گھورتے ہو گی۔ عادل آباد تک

میرے دا دا او بھار سے دادا ایک دوسرے کے جان

ڈشمن تھے تھا رے باب کا دل بھی میرے باب کی طرف سے

کو مل بیٹھے گا تھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“

اس سے رخصت ہو کر حمید نے گھر کی راہی پر جلد اس کی سمجھ

میں نہیں پیش کیا رہا ان خاندانی رنجشوں کے قائل

یہیں تھے۔ دا دا کا انتقام پوتے سے لیئے کوئی انسان فیل

سمجھتے تھے، لیکن لارڈ زون ڈیل والے تیس میں تم نے

مجھے بھی شامل کر لیا تھا۔ زون ڈیل نے عدالت میں سارا ازاں

اپنے سرے بیا اوپس باعتہ طور پر بری کر دیا گیا۔ تم چاہتے

تو مجھ پر دسرے الزامات عائد کر کے میری گھول علا صی کو نہ لکن

بھی بنا سکتے تھے لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے تم سے شرمندگی

نے اسے میری نسلی اکٹ پر محول کیا ہو۔ بہر حال یہی حقیقت

ہے کہیں اس کیس میں پوری طرح موت تھا لیکن تم نے

عدالت کے فصیل کو چیلنج نہیں کیا تھا۔ اس سے یہی...

شدت ہوتا ہے ناک تم ذاتی طور پر مجھ سے کوئی پر غاش نہیں

رکھتے۔ اس یہی مجھے امید ہے کہ تم میری موجودہ پریشان

روتے ہیں۔“

”وہ تو کرنی ہی پڑتی ہے شاید اسی یہ آپ نے بیوی نہیں پالی۔“

”فضلول باتیں نہ کرو۔ کیا تم تیار ہو؟“

”جی ہاں! بروائی کس وقت ہو گی۔ کرنل صاحب نے فون پر

بھلا دو گے۔“

”ویسے یہ بتاؤ، رام گندھیں جی تو تم تھاری کوئی سال نہیں رہتی۔“

”سالی کی نہدستی ہیں۔ شاید خوش ہو کر بولا۔“ کشل بالا میں

خان دار۔“

62

آپ کو ملاؤں گا ان سے، بہت خوش اخلاق ہیں۔“

”کتنے بچے ہیں؟“ حمید نے اسے قہر کو نظروں سے بچنے کیلئے پوچھا۔

”پانچ تو یعنی سال پہلے تھے، اب کی نہیں معلوم۔“

”آٹھ ہو چکے ہوں گے۔“

”اس حساب سے تو آٹھ ہی ہونے چاہئیں۔“

”کس حساب سے؟“ حمید پھر غصیبا۔

”سالاہ ہائے ہائے کے حساب سے۔“ شاید کہتے ہنس رہا۔

”وانت بند کرو اور سامان گاڑی میں دکھاؤ جس کو روت کے تائی

پچھے ہوں وہ خوش اخلاق ہوئی نہیں سکتی۔“

شاید نے سامان گاڑی میں دکھا یا تھا اور وہ عادل آباد کے بیٹے

روانہ ہو گئے تھے۔ حمید قریب کر رہا تھا اور شاہد اگلی سیٹ پر اس کے برابر

بھی پیٹھا ہوا تھا۔ حمید نے خاموشی سی میں ہماقیت بھی تھی ورنہ بات خواہ

بکیں ستر فریض ہوئی ہواں کا اختتام شاہد کی سسرال ہی پڑھتا۔

بجواس بھی بہت کرتا تھا بہر وہ قوت بڑتے ہی رہنا چاہتا تھا۔ خاموشی کے

عام میں غیب ساکر اس کی آنکھ میں سے جھانکتے ہے تھا اس کے وقت

بھی یہی حالت تھی۔ کن کیھیوں سے حمید کی طرف دیکھتا اور سپلودنے لگتا۔

”سسر صاحب اس بڑھا پے میں بھی بھی اچھی دلائیوں کرتے ہیں۔“

”اے باپ دا دا۔ بھی تھے تھا سے یا پیدائش بھی سسرال ہی میں

ہوئی تھی۔“

”بہت اچھے لوگ ہیں کیسٹن!“ شاید نے بڑا نہیں کیا۔

”بڑاون ہے اس دنیا میں؟“

”اچھا تو اپ اپ اپاہی کوئی قصہ سنایے۔ خاموشی سے میرا دم ٹھنڈنے

لگتا ہے۔“

”میرا کوئی قصہ نہیں آج کل بڑکیاں اتنی موڑن ہو گئی ہیں کہ شبلم

لگتے ہیں۔“

”شبلم!“ کیا بات ہے؟“

”میرے بیٹے قطیع سیکس اپیل نہیں رکھتے۔ عورت میں نہایت

نہ ہوتا سے قبیم ہی تو کہیں گے۔“

”یہاں آپ میرے چھپا سر سے بالکل متفق ہیں۔“

”یہ چھپا سر کیا چیز ہے؟“

”سسر کے بھائی کوچھی سر کے سسرا کہتے ہیں۔“

”کومیا سسر کہتے ہیں۔ سسر کے...!“

”شت اپ!“

”اوہ کمی کمی کمی!“ وہ شرمزدگی سے بنسا۔

”ایک بات سمجھیں ہیں اُمی۔“ حمید نے تھوڑی در بعد کہا۔

حمدید نے خط ختم کر کے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے تھا۔

”لہاریں بلکیں جیپیٹائیں۔“

”اب تم اہد شاہد رام گندھے جاؤ گے۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔

”اور مجھے خان دار سے ملنا پڑے گا۔“

”اس کی تستی کے لیے اس سے کہہ دینا کہیں کسی وقت بھی

ہمیخ سکتا ہوں۔ تم اسے بتا سکتے ہو کوئی تھا۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ فریدی نے سامنے والی کوئی پریشانی کا خصوصی قائم کیوں کر دی کر کر کرے تو خیر، ورنہ کسی قسم

کی پوچھتے ہے؟“

”یہیں یہاں تھا لیکن اس کا خانہ اپنے بھائی کے ہے۔“

”کارن فریدی!“

”لہاریں بلکیں جیپیٹائیں کی دوسری گھورتے ہوئے کیا۔“

”میرے دا دا او بھار سے دادا ایک دوسرے کے جان

ڈشمن تھے تھا رے باب کا دل بھی میرے باب کی طرف سے

کو مل بیٹھے گا تھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“</

جی کیا بات ہے؟

تم اپنی بیوی کا لگر کمی نہیں کرتے۔

شابد سندھی سانس لے کر رہا گیا۔

دیکھو! کیا بات ہے؟ حمید اسکن نجیوں سے میکتا ہوا بولا۔

بیوی! بیوی کا وصال ہوئے تھا! ہو گیا۔

اوہ، مجھے افسوس ہے۔ حمید نہ کہا میکن سوچنے لگا کہ پھر آخر،

سنسراں کیوں؟

کیا بیماری تھی؟ اس نے کوڈی بعد پوچھا۔

پکھ بھی نہیں، اچھی بھل تھیں، امداد کے ذلت پر سے گلپڑی تھیں۔

امروہ کے ذلت پر ہے؟

جی ہاں، شاخ دٹ گئی تھی۔

ذلتون پر جو منے کا شوق تھا؟

جی نہیں، پھین ہی سے عادت تھی کبی بات پر غصہ آتا تو ذلت

پر جو کر بیٹھ جاتی تھیں۔

میں ہوتا تو اس پاس کے سارے ذلت کٹوادیتا۔

درخت کٹوادیتے کی دھمکی پر بیہوشی کے دوسرے پڑنے لگتے تھے۔

کوئی فضیلی مرض تھا؟

میری ساس صاحبہ تو کہتی ہیں کہ آسیب تھا۔

تم پڑھتے لکھ آدمی ہو کر الیسی بائیں کرتے ہو۔

وائرس اور جراثیم بھی تو نہیں دھکائی دیتے لیکن ان کا وجود

ہے، اسی طرح آسیب بھی ہوتا ہو گا۔

منطق کو تو سنسراں نہ بناؤ۔

وہ پھر غزدہ ہی سنبھال سکس کر رہا گیا۔

نوچے رات کو وہ عادل آباد پہنچا اور حمید نے گاڑی اڑپوٹ

پر رکھی تھی۔ لیکن ایسا شخص وہاں ان کا منتظر تھا جسے حمید نے

پہنچ کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن اس نے انھیں حیرت انگریز لود پر سمجھا

تھا۔ گاڑی اڑکتے ہی تیر کی طرح ان کی طرف آیا تھا انہوں نے

رات کا کھانا بھی اسی کے ساتھ کھایا اور گیارہ نئے والی فلاٹ سے

لامگڑھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دیڑھ نے کہ رام گڈھ پہنچا وہاں بھی

ایک ایسا آدمی موجود تھا جو انھیں شب بسری کی جگہ نہیں لے گیا

یہ بھی حمید کے لیے اچنی ہی تھا۔

شابد صاحب میں میں گے اور آپ منع کو وادی گلبار

کے لیے روانہ ہو گیاں گے باجنی نے حمید سے کہا۔

لیکن مجھ سے یہ تو نہیں کہا گیا تھا!

کرنل صاحب کی بدایت کے مطابق عرض کر رہا ہوں، اچنی

آہستہ سے بولنا۔ پھر وہ انھیں اسی علات مز جھوٹ کر جلا گیا تھا۔

یہ تو بہت رہا!“ شابد بولا۔

جی تھا! حماری سنسراں سے بحاجت قبضہ کا فکر کرے۔

شابد کچھ رہا۔ وہ کسی قدر مغموم نظر آنے لگا تھا۔ حمید نے

اس کا شاشانہ تھیک کر کیا۔ کوئی لڑکی تقریبیں ہو تو بتاؤ۔ پہنچا میخواہیا

جاۓ۔ دوسری سنسراں بناؤ۔

معانی پڑتا ہوں۔ اب نہیں کوئی گان لوگوں کی پا تھیں۔

شابد نے دل برداشتی کے ساتھ گہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

جہاں آئے سونا تھا۔ حمید براہما مفہوم بتائے ہوئے اپنے کمرے میں داخل

ہوا اور مسہری کی طرف پڑھ ہی رہا تھا لہ کوئی بھلی سی بیز جہر سے

ٹھوکا کر پھٹ کھی۔ وہ آچھل کر کیجھے ہٹھا تھا لیکن پھر وہی ہوا۔ پہنچے

ٹھاٹھے جس سے اس کی مددات ہوئی تھی۔ سلاخوں دار گھر کی

قریب ایک خوبصورت ہاتھ تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔

”شہر توجانا۔“ تیزید و حاڑتا ہوا دروازے کی طرف پڑھا

لیکن برآمدہ نہیں پہنچتے پہنچتے پوری عمارت و غیرہ تاریک ہو گئی۔

”جے۔“

شاید میں سوچ آف کر دیا گیا تھا اس کے باوجود بھی حمید

برآمدتے تک پہنچ ہی گیا۔ تاریکی کی چھاؤں میں ایک سایہ سا۔

دوڑا جدہ باتھا۔ حمید نے برآمدے سے نیچے چھلانگ لگائی اور اسے

کے پہنچے دوڑنے لگا۔ وغیرہ سایہ چھنے لگا۔ ”ڈیڈی، ڈیڈی!“ بھوت

نہیں ہے۔ بھوت ہونا تو غاہب ہو چاہتا۔ وہ تو میرے یہ کہے دوڑا آڑا۔

یہ کسی رٹکی کی آواز تھی۔ حمید کی رفتار متعدد ہوئے تھی۔

وہ سے کسی مرد کی آواز آئی؟ آئے دو، سرچاڑھ دوں گا میرے ہاتھ

میں ڈنڈا ہے۔

اوھر عقب سے شابد پکار رہا تھا کیپن، کیپن، آپ کہاں

ہیں، کیا بات ہے؟

”بھوتی معلوم ہوتی ہے۔“ حمید دعا۔

”خوارا!“ دوسرے مردانہ آواز آئی۔ ”شہر جاؤ، فردگول مار ڈھر لگا۔

”ڈھٹے سے؟“ حمید نے پنج کر پوچھا۔

پھر اس نے سامنے کوڑ کر دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے

قریب ایک اور صادے کا اضافہ ہو گیا۔ اوھر شابد بھی حمید کے پاس

آپ سنبھال تھا۔ ان سے دو فول سایلوں کا فاصلہ اتنا ہی تھا کہ وہ ان

کی گفتگو صاف میں سکتے تھے۔

”او، او، او، رک یکوں گئے؟“ لسوانی آواز نے انھیں مناطب کر

”ڈنڈا ہے نا تھا سے ڈنڈی کے پا تھے میں،“ حمید بولا۔

”نم کون ہو؟“ مردانہ آواز آئی۔

”تمہاری بیٹی مجھے اچھی طرح جانتی ہے اسی سے پہنچ۔“

”یہ عالمت ہمیشہ بند تھی ہے کبھی بھی رات کو اس کی گھریں

لشون نظر آتی ہیں اور پھر قدمی دیواری، التلاق سے ایک لشون کھڑکی

میں آج تم دھکائی دیے۔ ہم ساتھ واسے بننے میں رہتے ہیں۔ نوشی

جتنی بنتے تھے، تم نے دیکھمی لیا۔“

”نوشی کیا چیز ہے جناب؟“ حمید نے حیرت سے پوچھا۔

”یہ... یہ... اس کا نام نوشی ہے۔ اس نے لڑکی کی طرف دیکھ رکھا۔

”بڑی نوشی ہوئی۔“ حمید جک کر بولا۔“ میرا نا خود میں ہے اور

یہی کاشیدگی ہے۔ اس نے شابد کی طرف ہاتھ آجائیا تھا۔

”کیا تم میرا مذاق اتنا چاہتے ہوئے خان زادہ اسٹر فوں۔“

دل اندر تشریف لے چلیے، خان زادہ ہما صاحب آپ کی صاحبزادی

تھے مجھے تباہ کر دیا اور آپ اسی مجھے الزام دے رہے ہیں۔

”چلو، چلو۔ اس حاقد کی تاریکی کر دی جائے گی۔“ خان زادہ

اُسکے رضاہ بہاول بولا۔ حمید ایسی اپنے بیویوں تک لیتا چلا آیا تھا۔

”یہ دیکھیے ایستر بھی تباہ ہو گیا۔“

”محبے افسوس ہے؟“ خان زادہ بولا لیکن لڑکی کی آنکھوں میں

شوہر سی جک تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اپنے کارناٹے پر بھروسہ رہا۔

”آج تک دی ہیں معلوم ہو سکا کہ اس نے بنگ کا ماں کوں ہے؟“

خان زادہ نے حمید کو خور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”صاحب کوئی بھی ماں کو، آخر آپ کی صاحبزادی کوٹھاڑا

بانی کا حق تک رسائیے۔“

”دیکھو پر خور دار! مجھے بارہ شرمندہ نہ کرو۔“

”آپ اپنی صاحبزادی کو کچھ نہ کہیں گے۔“

”قطیعی ہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جبکہ اسے میری تائید

حاصل تھی۔“

”تب تو آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔“ حمید نے صفائی

کے لیے ہاتھ بڑھانے ہوئے کہا۔

دونوں نے گرم جوشی سے صفائی کیا۔ شابد نے حیرت سے

اُنھیں پچاڑ سے دیکھ رہا تھا۔

”کہاں سے آئے ہو؟“ خان زادہ نے حمید سے پوچھا۔

”مرتنخ تھے، ہمارا خالدی جہاں لیکم جھیل کی سطح پر موجود تھے۔“

”بہترم میں جاؤ!“ اس نے خیسے ہبھیں کہا اور دروانے کی طرف مدد کریا۔

رُڑکی دروانے کے قریب پہنچ کر مڑڑی بھی اور حمید کو

ذیان دکھانے کی تھی۔ اسی علات مز جھوٹ کر جلا گیا تھا۔

”بادا صدر دروانہ بند کر او!“ حمید نے طویل سانس لے

کر شابد سے کہا۔

وہ چلا گیا اور جب دسرا صاف کرنے لگا تھا۔ شابد نے واپسی میں

دینہ لگائی تھی۔ اس نے سوچا اوقات سے متعلق معلومات حاصل کر لیے

کے لیے پُری طرح سے چھپا۔

”کیا قصہ تھا کیپن؟“

"کاش مجھے معلوم ہوتا" حمید نے کہا اور جو کوڑی تھی کہہ دیا۔
"کیا وہ دونوں پاگل تھے، شاہد نے کچھ سچتے نہوئے کہ اور
پھر سن پڑا۔

"اب شاید پاگل ہونے والے ہو" حمید اسے گھوٹا ہوا بولا۔
"اب بہت خوش تھت ہیں جہاں بھی جاتے ہیں کوئی لڑکی پہلے
ہی سے منتظر ہوتی ہے؟"

"میر امیال ہے کہ کچھ دنوں کے بعد مجھے پتھر ملیں گی۔ ذرا اس
ٹھقنوں کھڑکی کو بھی بند کر دینا"

شاہد نے کھڑکی بند کر لے کر بولا۔ جھپٹھپٹا رمحض انعامی نہیں بھکتی
کرنے صاحب رام گذھا اور ہمچنانہ اداز میں حمید کی سکل عجیباً رہا۔

"سنو" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جھپٹھپٹا رمحض انعامی نہیں بھکتی
شماڑ اور یاروں کی گولی میں فرق ہوتا ہے کہ اور ان پر فائز ہوتا ہے کیا پن؟"

"تم محاط ہندا میں تو صبح وادی ٹکبار چلا جاؤں گا کیوں نہ ایک
مختے کی نیزد لے لیں۔"

"جیسی آپ کی رضی، ویسے میں آپ کو تباہیں چھوڑنا چاہتا۔"
"وہ کیوں جناب؟"

"زمبر پر فائمر ہوا تھا اور نہ شماڑ سچنکے کے تھے"۔
"جاوہ"! حمید و رعازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اور شاہد پچھا چاہا
چلگی۔

حمدید بڑی طرح تھک گیا تھا لیکن روشنی بند کر کے لیٹا تو نیزد کا
وہ دوڑتک پتھر نہیں تھا۔ فہری پر بھی سی بھن مسلط تھی۔ آخر خلن دار
جیسا آدمی کن پر شانیوں میں بعتلا ہو گیا ہے جن کا حل فریڈی کے
علاءہ اور کسی کے پاس نہیں، فائز... شماڑ... پھر وہ لڑکی...! پھر جو

دربعد اس پر غشی کی طرح بینٹ طاری ہوئی تھی پتھر نہیں کہ بند ہوتا ہے
نہنکی کی تیز آواز نے اسے بیدار کیا تھا۔ بوکھار اسکے بیٹھا۔ سرہانے رکھے
ہوئے فون کی نہنکی نجھی تھی۔ بائیں ہاتھ سے انکھیں ملتے ہوئے

اس نے رسیدیا اٹھایا۔ "ہمیلو"۔
"کیپٹن پلیز"! دوسرا طرف سے آواز آئی۔

"میں ہی بول رہا ہوں"!
"رات والے واقع کے بعد مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں آب
سے ملؤں"!

"اوہ، تو آپ ہیں" وہ جو مجھے اس غارت تک پہنچا گئے تھے۔
"جی ہاں"۔

"اور ہم پر جو گزری تھی اس سے باخبر ہیں؟"

"جی ہاں"!
"حوالہ مری نہیں نہیں آسکا"

"آپ فکر کر کجھے، ہم دیکھ لیں گے ناشستے کے پیچھے کچھ میں سب کچھ
موجود ہے۔ بس آپ کو تکوڑی سی تکلیف کرنی پڑے گی یہاں جیسے ہیں جیسے
موجود ہے۔ ناشستے کے بعد روانہ ہو جائے۔ شاہد صاحب نہیں ہیں گے"۔
"خان زادہ اشرف کے بادیے میں بھی کچھ تباو"

"فی الحال اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ وہ سامنے والے بنگے میں
رہتا ہے"۔

"ایک لڑکی بھی ہے"

"جی ہاں، اچھا ہذا حافظ"

سلسلہ مقتطع ہونے کی آواز مسن کو حمید نے سیلیو نکھل دیا۔

"خدا ہمی حافظ ہے" وہ اہستہ سے بڑا یا تھا۔

شاہد کو جگانا پڑا، ناشستے سے فاسغ ہو کر حمید نے گیراج سے

جیپ نکالی قیوں چکی کیا۔ منکی بہریت کی تین بن گئیں پیروں ڈبوں

میں بھی ملا۔ اپھا، تو بس اب میں چل۔ حمید نے شاہد سے کہا۔

"واپسی کہتے نہ کہو گی؟"

"حالات پر محصر ہے"

"کیا مجھے اسی غارت نہ کھدو رہتا ہو گا؟"

"نہیں، ایک آدھ پار مالی کی نند کے گھر تک بھی ہو آتا۔"

"وو... دیکھیے، اب آپ ہی نے شروع کیا ہے"

حمدید کچھ کہنے ہی والانحاکہ عقب سے آواز آئی "اخاہ، تو

روانگی ہو رہی ہے"۔

وہ دونوں مڑے، سامنے خان زادہ اشرف کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"آپ کو اعز ارض ہے کوئی؟" حمید جھلکا کر بولا۔

"سنومسٹر" و فتحہ خان زادہ چیخ کر بولا۔ میرے ٹرس کی

غارت اسمگنگ کا اڈہ نہیں بن سکتی۔

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں؟"

"یہ تو ابھی معلوم ہو جائے گا کی میں ہوش میں ہوں یا نہیں۔"

"بھلکا کہس طرح معلوم ہو جائے گا"۔

"جب کشم والوں کا چھاپ پڑے گا"۔

"کیا آپ نے انھیں مطلع کر دیا ہے؟"

"کیوں نہ کروتا؟ میں ایک فتنے دار شہری ہوں"۔

انتہی میں اس کی لڑکی نوشی بھی آتی دکھائی دی۔

"وہ کشم بھی چل ارہی ہیں جچاپا مارنے" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟ خان زادہ غیر ایا۔"

"ویڑھ پاڑھوں لے کر یہ پھاپھوڑ دیجیے"

"تمعا را دماغ تو نہیں خراب ہو دیا"

"لیکا بات ہے؟ ڈیڈی! اڑکی قوب پہنچ کر بولی۔
"وارغ تماڑ نے جارہا ہوں" حمید تھنڈی سانس لے کر بولا۔
"ارے، تو کیا جارہے ہو؟ دوچار دن تو اور رہتے"۔
"تمارے ڈیڈی ہیں اسمگنگ بختے ہیں۔ کشم والوں کے بھائے
خلاف اطلاء و سچے ہیں اس لیے اب تو چھا کنا ہی پڑے گا"۔
"یہ کیا کیا ڈیڈی؟ وہ خان زادہ کی طرف نظری۔

"پھر کیا اکتا؟"

"کیا بثوت ہے آپ کے پاس کریوں انگلکری ہیں؟"

"تم مجھ سے کس ہے میں گفتگو کر رہی ہو؟ خان زادہ اسے

حکومت نہیں کہا۔ کہا کہا نہیں ملک کا مانا ہوا یہاں تک پہنچتے تھے جاتا

تمانیکن پھر وہیں توانک کھو دیتا۔ بہت دنوں میں اسپتھا میں

رہا۔ اب شیک ہے کہ یہاں کبھی تبعی ڈھنی رو بہک جاتی تھے۔

ویسیں آل!"

حمدید نے ریسمور کریڈل پر رکھ دیا اور اپنی ناک پکڑ کر ہلانے لگا۔

"مجھے بھدا فسوس ہے کہیں؟ تم نے بہت بڑی خبر سنائی"

خان زادہ نے پڑ تھک کر بھی میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں... وہ جلد ہی پتھریں گے" حمید بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ فریڈی پر اسی لیے جملہ ہوا ہے کہ وہ یہاں
اُرے ہے تھے"

"مجھے آپ کے یقین پڑھتے ہے" حمید اسے ٹھوٹنے والی،

نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیوں؟"

"اگر آپ کو یقین ہے تو یہ آپ جملہ اور سبھی واقف ہوں گے"

"صرف اسی حد تک کہ وہ میرا کوئی دشمن ہے اور میری بیٹی

سے لطف اندر ہو رہا ہے، میرے معاملت سے اس حد تک باخبر ہے
کہ کوئی فریڈی بھی محفوظ رہ سکا"

حمدید خاموشی سے سنسنارا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ خان زادہ

ہی اصل معاطلے کی طرف آ رہا ہے لہذا ابراہ راست قسم کے سوالات

سے اجتناب کرنا چاہیے لیکن خان زادہ بات آگئے نہ رہنچنے دی۔

پھر حمید کو یہاں خانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں

سکتا تھا کہ ایسی بوریت کا سامنا ہو گا رام گذھ کے اس بیٹے کے،

یہیں جعل تھے۔ جہاں خان زادہ کے رشتے داروں سے چھپر چھاڑنے کو

تھی اور اسے رام گذھ کے بیٹے وانہ ہونا پڑا تھا۔ اس کے کھانے پر

خان زادہ سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ وہ پہنچی کی طرح مل مند کھانے

سے رہا تھا۔ حمید نے سوچا چلو خان زادہ اشرف اور اس کی نوشی

غمہ مچا گیا تھا۔ اسکی شرمسی میں سی نہ کر ساختہ دیا۔

"تم مجھے اچھے نہ تھے میں نے کہا اسی طرح جان پہنچاں بیداں گلے"۔

"میں بے حقوق بنا کریں" وہیں بھی اسی نتیجے ہو۔

"یقین کر دیں بالکل میری والدہ مخوبہ کی طرح مسکراتے ہو

اوہ غصے میں بھی بالکل دیسے ہی نتیجے ہو۔

حمدید کوچھ کہنے ہیں والا تھا کہ برآمدے سے شاہد کی وازاں۔

"آپ کی فون کلے ہے؟"

حمدید نے ریسمور کریڈل پر رکھ دیا اور اپنی ناک پکڑ کر ہلانے لگا۔

"مجھے بھدا فسوس ہے کہیں؟ تم نے بہت بڑی خبر سنائی"

خان زادہ نے پڑ تھک کر بھی میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں... وہ جلد ہی پتھریں گے" حمید بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ فریڈی پر اسی لیے جملہ ہوا ہے کہ وہ یہاں
اُرے ہے تھے"

"مجھے آپ کے یقین پڑھتے ہے" حمید اسے ٹھوٹنے والی،

نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیوں؟"

"اگر آپ کو یقین ہے تو یہ آپ جملہ اور سبھی واقف ہوں گے"

"صرف اسی حد تک کہ وہ میرا کوئی دشمن ہے اور میری بیٹی

سے لطف اندر ہو رہا ہے، میرے معاملت سے اس حد تک باخبر ہے
کہ کوئی فریڈی بھی محفوظ رہ سکا"

حمدید خاموشی سے سنسنارا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ خان زادہ

ہی اصل معاطلے کی طرف آ رہا ہے لہذا ابراہ راست قسم کے سوالات

سے اجتناب کرنا چاہیے لیکن خان زادہ بات آگئے نہ رہنچنے دی۔

پھر حمید کو یہاں خانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں

سکتا تھا کہ ایسی بوریت کا سامنا ہو گا رام گذھ کے اس بیٹے کے،

یہیں جعل تھے۔ جہاں خان زادہ کے رشتے داروں سے چھپر چھاڑنے کو

خان زادہ سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ وہ پہنچی کی طرح مل مند کھانے

سے رہا تھا۔ حمید نے سوچا چلو خان زادہ اشرف اور اس کی نوشی

غمہ مچا گیا تھا۔ اسکی شرمسی میں سی نہ کر ساختہ دیا۔

"کیا بھدا فسوس ہے؟ خان زادہ غیر ایا۔"

<p

ہی سے متعلق کچھ گفتگو ہو جائے۔

”پچھلی راتِ رام گذہ میں بڑی پریشانِ انعام پڑی تھی۔“ اس نے

خانِ دارا کی طرف دیکھ لغیر کہا۔“ ایک صاحب بیس خان زادہ اشرف اور

آن کی بیٹی... دنوں نے زندگی تعلیم کر دی۔“

”کیا مطلب؟“ خانِ دارا کھانا چھوڑ کر حمید کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اور حمید نے پوری کہانی ذہراتے ہوئے کہا۔“ پتہ نہیں وہ لوگ کیا

چاہتے تھے، اگر یہاں نہ آتا ہوتا تو دیکھتا۔“

و غیر خانِ دارا ہنسنے لگا۔“ تو وہ تم تھے۔ لاحول ولاقتہ۔

”میں نہیں سمجھا خان!“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”اس کے بعد ان دونوں میں جھگڑا ابھی تھا اور وہ یہاں

چلی آئی تھے۔“ خانِ دارا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”یہاں کون؟ وہ نوشی۔“

”ہاں، ہاں... وہ میری بھائی تھے۔“

”قدماں پناہ؛ تو اس کا یہ طلب ہوا اکابر شرف صاحب آپ کے

بہنوں ہیں۔“

”ہاں جب تک تم نہیں جانتے تو تمہیں اشرف پر غصہ نہ آتا پندرہ

سال پہلے کی بات ہے کہ وہ یہاں کامحرتزین آدمی تھا ملک سے

گئے چندے پہنچتے یا جو جنگ میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اچانک دماغ

آٹ گیا، علاج ہوا کئی سال بعد کسی قدر ہوئی۔ میں اپنے ہی

معاٹ کو دیکھ لے۔ پچھلی رات اس نے افساہ کو سوتے سے جلا کر

تمہیں پریشان کرنے پر محروم کیا تھا۔“

”تب تو مجھے افسوس ہے۔“

”مُحَمَّدِ ابیں نوشاہ کو بلوایا ہوں۔“ خانِ دارا ہنس کر بولا۔

”وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر متوجہ رہ جائے گی۔“

حمدید نے طویل سانس سے کسر کو بینڈش دی۔ خانِ دارا نے

ملازم کو طلب کر کے اس سے کچھ کہا اور وہ چلا گیا۔

”کیا خیال ہے؟ اس کی حیرت کا حامل دیکھنے کے قابل ہو گا۔“

”یقیناً۔“ حمید زردستی سنس پڑا۔

پھر وہ بعد نوشی آئی تھی اور دووازے ہی میں ٹھنک کرہ گئی۔

”اوہ... اوہ!“ خانِ دارا نے کہا۔

حمدید نے تسلک اکر نوشی کی طرف دیکھا۔

”یہی... یہی... تو تھے!“ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

”کیا بکر ہے؟“

”بھتوت... نہ مارٹ والو۔“

”یہ... یعنی نیپن حمید۔“

”جج... جی... ہاں۔“

”لاحول ولاقتہ تو تم لوگوں نے میرے ہمان کو پریشان کیا تھا۔“

”مم... میں کیا کرتی؟“

”اوہ، آپ پریشان نہ ہوں۔“ حمید جلدی سے بولا۔“ مجھے آپ

کے ٹھیڈی کے پارے میں مسلم ہو چکا ہے۔“

”اوہ! یہ ہو اخانِ دارا نے کہا۔

”میں معاف چاہتی ہوں۔ اس وقت میری ملیحت ٹھیک نہیں تھی۔“

”اچھا، اچھا، جاؤ۔“

”نوشی سر جھک کاٹے ہوئے چلی گئی۔“

”وس سال کی تھی تسبی میں مل مرجی۔ آپ فہمی طور پر...“

”غیر ممتاز ہے۔“ خانِ دارا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”تو اب اشرف صاحب کی کرتے ہیں؟“

”کچھ بھی نہیں جائیدا در گزارا ہے۔“

”بعض لوگ ساری زندگی دکھوں میں گزار دیتے ہیں۔“

”میں نے چاہا تھا کہ نوشی بھارے ہی ساختہ رہے لیکن وہ تجوہ

اس پر رضا مند نہیں ہوئی۔ جب باب پر چھکڑا ہوتا ہے تو پچھے

دونوں کے پیسے یہاں چلی آئی ہے پھر پیسے کو راپ چل جاتی ہے۔

کو اشوف کو اس کی ضرورت ہے۔“

”خانِ دارا مجھے وہ لاش دکھانے کے لیے لے گیا تھا لیکن

لاش کی بجائے اسی جگہ جیل کا بہت بڑا دھیر ملا۔“

”وہ جیل کا ذہیر؟“

”ہاں!“

”کیا اس نے وہ لاش پولپس کے حوالے نہیں کی تھی؟“

”نہیں، یہوں کہ اس کا بھتیجا بھی ملکوٹ تھا۔ اس نے اس

نے وہ لاش اپنے ہی پاس رکھ کر کھا۔“

اسے فریدی پر تباہ آئے لگا۔ آخر شاہد کو رام گذہ ہی میں کیوں وکا

گیا تھا اسے یہاں کب تک جھک مارنے پڑے۔ یہ بھی غصہ ت

ورنہ تباہی، سے مزید جھنگلہ بتوں میں بنتا کر دیتی۔ دوسرا مسح خود

ہی بیدار ہوا تھا۔ کسی کو جگانے کی رسمت نہیں انعامی پڑی۔

ٹانڈت نے نکل کر ڈیٹنگ سیل کی طرف بڑھی رہا تھا

کہ کبھی نے دروازے پر لٹک دی۔ پھر دروازے کھوئے تھے، یہ فہریں

کو جھٹکا سالگا تھا فریدی سانچے کھڑا مسکرا تا نظر آیا۔

”آپ؟“

”میں... میں...“

”کب آئے؟“

”پچھلی رات گیارہ بجے۔ تم بہت جلد سوکے تھے۔“

”اچھا، ہی ہوا تھا ورنہ اس سانچے میں پا گل سو جاتا۔ آپ

کے سامنے آگئے ہیں۔“

کے رخم کا کیا حال ہے؟“

”ٹھیک ہے، کوئی خاص بات نہیں، کام کے قابل ہوں۔“

”بھوتوں کے حوالے سے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ خانِ دارا

سے گفتگو کر چکے ہیں۔“

فریدی بستر کے قریب وائی گرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔“ ہاں

سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔“

”اے اس کی وہ پریشانی بھی؟“

”وہ بھی۔ لیکن فی الحال اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”کیا مطلب؟“

”بھوتوں کو اس کو وہ پریشانی بھی ہو یہ بھی ممکن ہے کہ خانِ دارا

مجھے کس معاملے میں ابھانچا ہتا ہو۔“

”کیا آپ مجھے پیسے ہیں بتائیں گے کہ پریشان کیا ہے؟“

”هزار بتوں گا۔ کیا ابھی سختا ہتا ہے تو ہو۔“

”کیا حرج ہے؟ ابھی تو ناشیتے میں دیر ہو گی۔“

فریدی نے خانِ دارا کے بھتیجا بھی ملکوٹ کے حوالے ہوئے

دیوار کے ذکر پڑھیں گے۔“

”خانِ دارا مجھے وہ لاش دکھانے کے لیے لے گیا تھا لیکن

کوہداشت کر دی ہے کہ وہ فی الحال اس کا تذکرہ کھسی سے بھی نہ کوئی۔“

”بہرحال وہ آپ می خشورہ کے بیڑا اس سہلے میں کچھ نہیں کیا

چاہتا تھا۔“ حمید بولا۔

”یہی کہہ رہا تھا لیکن لاش کو اتنے دفل تک اپنے پاس

روکے کھنقا تو نادرنست نہیں ہے۔ فہری طور پر اس کی اصلاح

متکمی حکام کو دینی چاہتے تھی۔“

”لیکن یہ سچے ہاول کریا جائے کیجیل کا ڈھونڈی اکش

رہا ہو گا۔“

”کوئی جھنپسی نہیں کر لیتے کی۔“

”پھر وہ سری بات یہ کہ اور ملکی ڈنیا میں کچھ نہیں تھا۔“

”یہ نکتہ بھی قابل ہو رہے ہیں“ فریدی سر بلکر بولا۔“ میں نے

اسی یئے کہا تھا کہ اس کہانی کو فی الحال مخفی کہانی بھی سمجھو۔“

مرحلے پر چنگیزی اور اس کے دوستوں سے گفتگو ہو گی۔ ویسے میرا۔“

خیال ہے کہ دیو کے ذکر کے پر تم چونکے تھے۔“

”کہیں بھی دیکھا تھا اس کے شاید اس نے کوئی گفتگو کی تھی۔“

”والپی پر اسے بھی دیکھ لول گا۔“

”اس کی ضرورت نہیں اس نے اعتراف کر لیا ہے۔“

”کس بات کا اعتراف کر لیا؟“

”ایسی نے قاسم کو ”رازدار“ کے قیام کی تعریف دی تھی مقدمہ

تھی تھا کہ پریشانی کی وجہ سے جائیں اور آمدی میں اضافہ ہوا اور اندر

کو بھی کسی اور نئے خیال دلایا تھا۔“

”کس نے؟“

”ڈاکٹر فرنیزے، انور کو بہت دنوں سے جانتی ہے اور اس

کی صلاحیتوں سے بھی واقع ہے۔“

”ایسی تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس اور اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھا کہ وہ خود کو اس کے

یہیں تھیں اتنا بھی کہا تھ

لشمنگ کی بھی پروا نہ کی۔

تینجے خود بھی اس پر حیرت ہے لیکن میں نے چنیزی سے اس

رسسلے میں کوئی لفستگونیں کی۔

”کوئی خاص وجہ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھا ہوا بولا۔

”آپ ہی اس سے پوچھ گپ کیں تو بہتر ہے۔ ان جالات سے

دوچار ہونے کے بعد آپ ہی کاغیاں ذہن میں آیا تھا اور ان سب

پوچھ آپ پر چھپوڑتا ہوں۔“

”خیر خیر، میں دیکھوں گا۔“

وہ بجے کے قریب چنیزی کے دستوں کا قافلہ بہان خانے

میں داخل ہوا تھا۔ چنیزی سمیت چھوڑ کے تھے اور یمن لرکیاں خان

دار انہیں دیکھ کر وہاں سے چلا گیا تھا فریدی نے بھی اسے روکنے کی

کوشش نہیں کی تھی۔ چنیزی نے فریدی سے اپنے ساقیوں کا عمارت

کرایا۔ وہ سبھی خوف زدہ انتہا رہے تھے۔ ان کے چہرے کھلاٹے ہوئے تھے۔

”سب سے پہلے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں آپ لوگوں کی

مد کرنے آپ ہوں۔ اس لیے مجھ سے کوئی بات چھپائی نہ جائے۔“

فریدی سنا تھیں مخاطب کیا۔

وہ کچھ نہ بولے لیکن ان کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ ”ایسا ہی ہو گا۔“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ صدر چنیزی نے اس اسپاٹ پر جانے کی

سبنتی سے مخالفت کی تھی۔“

”جی ہاں۔“ ایک لٹکا بولدا۔ پھر سب نے اس کی تائید کی۔

”یکن اس کے باوجود بھی۔“ فریدی ایک ایک کاچھہ دیکھتا

ہوا بولا۔ آپ سب توپیں جا سنجھے۔ کیا آپ بتا سکیں گے اس جویز کی

ایتنا کس کی طرف سے ہوئی تھی؟“

”غالباً فلورانے سب سے پہلے کہا تھا۔“

فریدی نے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کی زینگ کچھ اہم درد

نظرانے تھی تھی۔

وہ تھوک تھل کر بدققت بولی۔ ”حقیقتاً تجویز خود سائزی کی تھی۔“

”وہ کس طرح؟“

”پانچ کا پروگرام و دون پہلے بتا تھا اور مجھے اس اسپاٹ

کے بارے میں بتائی تھی کہ وہیں چلنا چاہیے۔ مجھے اچھی طرح یاد

ہے کہ جب وہ سروں کے سامنے میسلنہ پیش ہوا تھا تو غوف قطعاً

نہیں بولی تھی اور یہ لوگ سمجھ کہ بھیز میری اپنی بے بہرحال چنیزی

کے علاوہ اور سب نے میری بھیز سے اتفاق کیا تھا۔“

”اُسے تم کب سے جانتی ہو؟“

”دو ماہ سے! میرے ہی لستے سے وہ بعثتہ دستوں سے

متعارف ہوا تھا۔“

”کہاں رہتی تھی، اس سے متعلقیں کون لوگ ہیں؟“

”میں صرف اتنا ہی جانتی ہوں کہ قالین بانی کے ایک کارخانے

میں پیر واٹر تھی، اس کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ بھی اس کے

گھر بھی نہیں گئی۔ ہم سب ایک یکٹے میں اکٹھے ہوا کرتے تھے۔“

”پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟“

”قالین بانی کے کارخانے ہی میں۔ مجھے ایک قالین کی فروخت

بن گئے تھے۔“

”پھر فریدی نے قالین بانی کے کارخانے کا نام اور پست نوٹ

کیا تھا۔“

”کیا آپ لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں

رہتی تھی؟“ فریدی نے پچھا دیر بعد ان سبقوں سے سوال کیا۔

”اس سوال کا جواب نفی ہی میں ملا۔“

”آپ میں سے کسی کے اس سے خصوصی تعلقات بھی تھے؟“

”فریدی نے اس بار صرف لاکوں کو مخاطب کیا۔“

”اس کا اعزازی بھی کسی نے نہیں کیا تھا۔“

”دفعہ ایک زور دار دھماکا سنائی دیا۔ دیواریں جھنجتا اٹھیں

۔

آئے میاں کے دوست تو آتے چلے گئے

چھوٹے سے ایک گھر میں ساتے چلے گئے

وہ تھیتے لگے کہ پھریں گھر کی اڑکنیں

بسنے میاد سارے گھر کی ہلاتے چلے گئے

بکواس ان کی سُن کرشیاں رہ پڑے

رویا جو ایک سب کو رُلا تے چلے گئے

کھانے کی چیزیں نادر و نایاب ہو گئیں

دلی کا قشیل عام مچاتے چلے گئے

انجن کی طرح تھفہ سے اٹھتے رہنے میں

اور سگر ٹوں کی راکھ گراتے چلے گئے

ہرست پھینک چینک کے میس کی نیاں

کوڑے کا فرش گھر میں بچاتے چلے گئے

کوئی کتاب اپنے ٹھکانے نہ رہ سکی

ہندی کو فارسی میں ملا تے چلے گئے

لقوں سے دیکھا تھا۔“ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں یہی۔“ وہ

آہستہ سے بڑھ رہا۔“ خود بھی نے کوئی چکر چلا�ا ہے۔“

بھروس کی مطہر سلطنت سے بچھنے بھی تھیں۔ اتنے میں فریدی

بھی پڑت آیا۔

”سب محفوظ ہیں۔“ اس نے کہا۔“ جب دھماکا ہوا تھا تو۔“

اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔

”اب کیا خیال ہے آپ کا؟“

”بھی کہ جیلی کا دھیر اس سے ٹھائے کر دیا گیا کہ کہیں میں تجزیہ

نہ کر سکوں۔“

”سلمان کی بات ہے۔ جمیں نے پروائی سے کہا اور فریدی کے

حیرت سے دیکھنے لگا۔

”کیا کہنا چاہتے ہوئے؟“

”آپ کے سپریٹ سے قبل وہ پتھر کی تھی۔ آپ پسخ تو جمل کے

ڈھیر میں تبدیل ہو چکی تھی اور اس نے بالکل ہی نہ ہو گئی کہ

بھیں آپ پس ماندہ کا تجزیہ نہ کر دیں۔“

”ہوں، تو پھر؟“

”خان دار اپنے کسی دشمن کو غارت کرنا چاہتا ہے۔“

”غائب اتم یہ کہنا چاہتا ہے ہو کہ خان دار نے مجھے کچھ اور کہنے کے

لیے یہ کھیل خود کھیلا ہے۔“

”ہاں میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔“

”تاریخ اخذ کرنے میں جلدی نہ کرو۔“

”مجھو تو آپ کی زندگی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔“

”بھیں سمجھا۔“

”اس نے آپ کو چیلنج کیا تھا کہ لوگ حقیقتاً بے حد و غیری

ہوتے ہیں جب کہ شریروں کی طرح دھماکتے بھی رہتے ہیں۔“

”بھر خیر، دیکھیں گے، تم بھی شہروں میں ذرا قالین بانی کے

اس کارخانے کے کوئی دیکھا اور اس سامنے ہی مجھے مقامی تحکام کو اس

سائزہ والے واقعہ کی اطلاع بھی دیتی ہے۔“

”فوجی طور پر خان دار کی گردان پھنس جائے گی۔“

”میں کو شکش کروں گا کہ ایسا نہ ہونے پا۔ جیسے اگر ایسا ہو۔“

تو اس واقعہ کی پہلی بھی ہو جائے گی جوکم از کم میرے مفاویں نہ ہوگی۔“

”جا بیے، خدا کو سونپا۔“ جمیں شہنشہ سانس نے کر بولا۔

ایک شہنشہ کے اندر اندر آگ پر قابو پالیا گیا تھا۔

جمیں نے ایک بار پھر چنیزی اور اس کے ساقیوں کو کہا

کیا اور انہیں تاکید کر دی کہ وہ اس رسسلے میں اپنی نیاں قطعی طور

”مائیکروفنون... قبیلہ ریکارڈ ڈھنے ہے۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔
”سوال تو یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ بے آواز فائزگ تو ہیں آسانی سے چاٹ جانے گی،“ حمید بڑا یا۔ ”بُردا بانی بھی بھاگ نکلے۔
گھوڑے بھی گئے۔“

”دیکھا جائے گا۔“

”یہاں تو بعد سیلی کمپرے سے آتا جا ہے تھا۔“
”یہ مناظر دیکھنے میں نہ آتے۔“

”پتہ نہیں! اصرف دیو ہے یا پریاں بھی ہیں۔“

”کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کی کوشش کرو!“ فریدی
بائیں جانب کھسکتا ہوا بولا۔

شاید دونوں گھوڑے دم توڑ چکے تھے کیونکہ اب انکی کہنا
آوازیں نہیں سنائی دیتی تھیں، بالکل ایسا ہی سنائنا طاری تھا
جیسے ذرا یہ پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ وہی سرسراتی ہوئی خنک ہوائیں
تھیں اور ہی شفشوں کے تھوٹوں کی خوشبو۔ وہ دونوں آہستہ
آہستہ نشیب میں اترتے رہے یعنوں بُردا بانی نہ جانے لہڑنکی
بھاگے تھے۔ پتہ نہیں زندہ بھی تھے یا بے آواز فائزوں کی نذر ہو
گئے تھے۔ وہ بڑی احتیاط سے اس راستے کی طرف بُردا ہر ہے تھے
جس سے وہ گاڑی تک پہنچ سکتے۔ دو میل کی مسافت دو گھنٹے
میں ملے ہوئی تھی لیکن گاڑی کا دور دوڑ تک پتہ نہیں تھا۔

”دیکھا آپ نے...“ حمید پھتنا کر بولا۔ ”اب فرمائیے۔“

”میں نہیں سمجھاتم کیا کہنا جا ہے ہو۔“

”ہماری والپسی سے قبل، ہی گاڑی کہاں غائب ہو گئی۔“

”پتہ نہیں۔“ فریدی نے بیٹھ دیا اپنے سے کہا اور سرگاڑھ لگانے لگا۔

پھر وہ دیں ایک جگہ بیٹھ کر ستانے لگے تھے۔ حمید نے
پاپ میں تمباکو بھرا اور ابھی اُس سے سُلکا نے بھی نہ پایا تھا کہ کسی گاڑی کے
انجمن کی آواز سنائی دی۔ پاپ اس نے جیب میں ڈالا تھا اور غلبی
ہوسٹر پاتھر کھلیا تھا۔ فریدی بستو بیٹھا بے پرواں سے ہٹکار چیڑا رہا۔
گاڑی کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی اور پھر بائیں جانب والے نشیب
سے وہ بھاری میڑک ان کی جانب بڑھتا نظر آیا، جس پر نصف دجن
سے زائد مسلسل لوگ موجود تھے۔ ڈرامیور کے قریب خان دار ایٹھا ہوا تھا۔
ڑک قریب پہنچتے ہی وہ سیٹ سے کوڑ کر ان دونوں کی طرف جھپٹتا۔

”آپ لوگ بعافت ہیں نا۔“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔

”آپ کے دو گھوڑے فنارئ ہو گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”اس کی فکر نہ کیجیے۔ وہ یعنوں جیسے ہی شکار گاہ پہنچے ہم۔“

”دوڑ پڑے۔“

”اوہ... تو شاید گاڑی دبی مے گئے تھے۔“

بُردا بانی خوف زدہ نظر آنے لگے تھے۔ اچانک ان کے گھوڑے بد کئے
لگے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے مل نے کسی بڑے سخترے
کی بوسونگی ہو۔ پھر اگر وہ سبھی گھوڑوں سے کوڈنہ پڑے ہوتے تو
میں پچھتا ناپڑتا۔

تمہارا

گھوڑے نگاہ میں چھڑا کر بھاگ نکلنا چاہتے تھے اور وہ
میں روکے رکھنے کے لیے پُرانو رنگارہے تھے۔ حمید اسی وقت
ایک گھوڑے کے باشیں پہلوتے ہوئے کافورہ پھوٹنے لگا اور فریدی
نے سخت لیچے میں کہا۔ ”چھوڑو گھوڑوں کو، اور ادھر پوزشیں لے
لو... جلدی کرو!“

زخمی گھوڑا اگر گیا تھا۔ نگاہ میں جھوٹتے ہی دوسرے گھوڑے
ادھر ادھر دوڑنے لگے پھر ایک اور گرا۔ اس ہار فریدی نے ایک سمت
فائر کرو یا تھارہ ایک ڈرے پتھر اور ٹسٹیں لے چکے تھے۔ بقیتہ تین گھوڑے میں خشیانہ
انداز میں ایک جانب دوڑتے چلے گئے۔ حمید ایک بُردا بانی کے قریب
تھلاس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”دیکھا صاحب! ہم بولا تھا اور
نشیں آئے گا... ہمارا گھوڑا امر گیا۔“

”خان جانے!“

”ہم خان سے لے گا، اپنا...“

”مزور، ہم دلوائیں تے تھیں۔“

”اب دیکھا! اور بخوبت رہتا۔“

”یہ بخوبت نہیں... بیکے سائیلنسر میں ہوئی رائفل تھی۔“
بُردا بانی نے بڑا سامنہ بنایا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔
بھاگ نکلنے والے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اب بہت دوسرے
آرہی تھی۔

”آپ کہاں ہیں؟“ دفعتہ حمید نے فریدی کو آواز دی۔

”جہاں ہو دیں اسی پوزشیں میں بھر و جواب مل۔ آواز
قریب ہی کی معلوم ہوتی تھی، اور پھر انہوں نے الیں کے غلبی جن کا
سامنہ قبیلہ سنایا۔ حمید کے قریب دلاب بُردا بانی اچھل کر جا گا۔“

”بھر و بھر و...“ حمید کہتا ہی رہ لیکن وہ نشیب میں غائب ہے۔
پھر حمید نے کمی بھاگتے ہوئے قدموں کی آولیں سنی تھیں شاید سارے
ہی بُردا بانی بھاگ نکلے تھے۔

”جانے دو۔“ اس نے فریدی کی آواز سنی جو اس بلاشبہ قریب
سے آئی تھی اور پھر وہ ذرا ہی سی دیر میں اس کے قریب تھا۔ غالباً
اس کی آواز کے رُخ کا اندازہ کر کے اس تک پہنچا تھا۔ قبیلہ پھر
ستلانی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پوری ولادی قبیلہ سے گونج رہی ہو۔

”گھوڑوں کے جسموں سے گولیاں برا آمد کی جاسکیں گی：“
”کون برا آمد کرے گا۔ اس علاقے میں صرف تین ہے آفائز الفیں
پوری ٹبا لیں کا صفا یا کوئی سکتی ہیں۔ فارُوں کی سمت تک معلوم نہ کی جا
سکے گی۔“

”جیف ہے اس بے بسی پر“ حمید مجتبی سالس لے کر بولا۔
فریدی نے اسے گھوڑ کر دیکھا تھا۔
شکارگاہ سے وہ محل میں واپس آئے۔ دونوں ہی فکر مند نظر
ار ہے تھے۔

”میں رام گڑھ جارہا ہوں۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔ ”تم چیزیں
اور خانزادہ اشرف کی بیٹی پر نظر رکھو گے شکر کے بارے میں بھی
نیادہ سے زیادہ تاوماں حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔“
”اگر جیلی کا دھیرہ ہو گیا تو۔ ویسے کب تک واپسی ہو گی آپسکی؟“
”یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔“
لیکن ہمان خانے میں گھنٹوں حمید کے خزانے کو نہیں تھے۔
پہاڑی راستوں کی تھکن سے نڈھاں ہو گر سوچا تھا۔ آنکھ کھلی تو اپنے
پھیل چکا تھا اور شام کی چائے بھی نیند کی نذر ہو گئی تھی لیکن ہمان خانے
کے طازیں نے چائے اور رات کے کھانے کا وقفہ بقرار رکھنے کے
سلسلے میں بڑی پھر قی دکھائی۔ چائے سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ
چیزیں کی آمدکی اطلاع میں۔ ملازم نے یہ بھی بتایا کہ وہ فوزی طور پر
ملتا چاہتا ہے۔

”تو پھر نہیں ہے آؤ۔“ حمید نے ملزم سے کہا۔
چنگیزی نے چہرے پر ہوا نیل آڑ رہی تھیں۔
”کیا بات ہے؟ آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔“
”کچھ اور لوگوں کو بھی علم ہے کہ سائرہ ہمارے ساتھ تھی تھی۔“
”وگوں لوگ ہیں؟“ حمید نے اسے خور سے دیکھنے شروع پر چھا۔
”مجھے پختہ موصول ہوا ہے؛ اس نے جیب سے ایک لفاظ
نکال کر حمید کی طرف بڑھا تے ہوئے کہا۔ لفاظ نغمہ داک سے
آیا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ لکھ پر فہصاف نہیں تھی جس سے روانگی کے
مقام کے بارے میں معلوم ہو سکتا ہے۔ خط میں لکھا گیا تھا۔
”سائرہ کہاں غائب ہو گئی۔ وہ تمہارے ساتھ کہیں
گئی تھی۔ اس کے بعد سے سڑاگ نہیں مل سکا۔ تم نے جس طرح
آنکھ گواہوں کی زبان بند کی ہے۔ اس طرح میری بند نہیں
کی جاسکتی۔“

”خوب!“ حمید سر ہلاکر بولا۔
”میں نے انکل کو مشورہ دیا تھا کہ فوڑا پویس کو اطلاع دے
دی جائے لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ آپ لوگ ذاتی تعلقات

”جی ہاں۔“ خان دار، ایکھتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”وہ کہہ رہے
تھے کہ گھوڑوں کے پہلو شق ہو گئے۔“
”جی نہیں۔“ فریدی بے آواز فارُوں نے انھیں مت کے
گھاٹ آتا رہے۔

”بُرداں تو کہہ رہے تھے...“
فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید خان دار کو بغور دیکھ جا رہا تھا۔
”نے کہا۔“ آپ نے دیکھا اس دیوکو۔

”نہیں مجھے تو نہیں دکھائی دیا۔“
”بُردانیوں نے دیکھا تھا، جب وہ بھاگ رہے تھے۔“
”کیا وہ ساتھ آئے ہیں؟“

”نہیں۔ شکارگاہ میں ہیں جاگت خراب تھی ان کی۔“
پھر وہ اسی ٹرک کے ذریعے شکارگاہ تک آئے تھے۔
بُردانی پے حد خوف زدہ نظر آ رہے تھے، ان میں سے ایک کو تباہ
ہو گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ انھیں وہ دیواں وقت دکھائی دیا۔
جب وہ ان کا ساتھ چھوڑ کر اضطراری طور پر بھاگ نکلے تھے۔

”آخر چکر کیا ہے؟“ حمید بڑھا۔
”جو مقصد تھا وہ پورا نہیں ہوا سکا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔
”کس کا مقصد؟“

انھی واقعوں کا پہلے صرف بُردانی فدائے جلد ہے تھے، پھر
شہر بہادری کے سچے پیکن چوک کے معاملہ خان دار کا تھا اس لیے واقع
کی پہبھی نہ ہو سکی۔

”میں نہیں سمجھا۔“
”میری دانست میں کوئی اس علاقے کا ایسا سب زدہ مشہود کے
اسے منوعہ علاقہ“ قرار دلانا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم کئی
بار ایسے حالات سے نپٹ پچکے ہیں۔“

”میرا جیوال ہمچوہ شخص اول درجے کا احمد جس نے
اس ایسی دور میں یہ طسم ہوش رہا ترتیب دیا ہے۔“
”ہے تو۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ میری
دانست میں اتنا ہی کافی ہوتا کہ وہ جیتنے جا گئے لوگ پتھر کے مجسموں
میں تبدیل ہو جاتے۔ یہ جن دیو اور تھیں تو تھل کر اسے انسانی کارنامہ
نہایت کر رہے ہیں۔“

”میں یہی کہنا چاہتا تھا۔“ حمید سر ہلاکر بولا۔ لیکن ہم آخر چکر کے
مجسموں کا ذکر استنے وقوف سے کیوں کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ نے کوئی
ایسا مجسم دیکھا ہے؟“

”نہیں۔ میں نے تو جیلی کا دھیر دیکھا تھا۔“
”اور وہ بھی دھماکے سے اڑا دیا گیا۔“ حمید پر لفکر لجھے میں بولا۔

گی تباہ پر بولتے گئے ہیں۔

”چھوٹا تو پھر اپنے خاتمہ کو بیان کرے گے۔“

”سیم کیسے ہے ہوا۔“

”بیس، جس قریطہ کا ہے وہ بکر لگتا ہے۔“

”کم کیتا مگر بیٹا ہے کوئی“

”اس خط کا لالا لالا ہے یا یہ کہیں میل اگیا ہے۔“

”پھر نہیں۔“

”کوئی کوئی ہے لکھ بولتے ہیں۔“

”جس قریطہ سے“

”سیم اس نے ایک بار بھی آپ کا لامگیں کیا۔“

”صلال حلق کے تاخوں والیں نے مسلم ہونے کے لئے

سوال پیش کیا تھا کہ وہ ہیرا و لکھنیں رہا ہے ایس سیم اس کی پسند نے

میرے اصل سوال کا جواب پیش دیا۔“

”محبی محبی پاہو ہے ایس، آپ احکم سے پہلے چھے گا۔“

”سیم شرف اس وقت کیا مل سکیں گی۔“

”سلام ہے، ہو سکتا ہے اسکی کے ساتھ خدا گا وہ چل گئی

سچے تو سال کیں تھیں ملائیں ہی۔“

”تمہری کوئی ایسا بھائی کہیں ہے لیکن کہیں کیا تھا کہ“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”محبی تو انسیں جیگھری نے شوستہ والیں تقویں سے

ویکھا تو اپلا۔“

”غلطات سمجھنا۔ سوتھیں اور یوچر را تھا شدید تھیں تم۔“

”بھائی کوئی بھائی سکے لیکن بھیں تھے۔“

”بھائی کوئی بھائی جیکر کوئی خود سے دیکھتا تھا۔“

”بھائی کوئی بھائی سے ایسا محسوس ہے لیکن جیکر بھائی پر

لیکھنے چاہے۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”ستم ہے۔“ جیگھری نے خوشگوار یہیں کہا۔

”غایبا، انہیں پسند نہیں کرتے۔“

”آپ کو ایسی بھی کیا کہا کریک ہے۔“

”آپ کیوں کیا۔“ متنی پاشی پچھوچی رہ دیں۔

”کہاں؟“ ”چھوٹا جو نیک کو حسید کو تھوڑے فروخت دیا۔“

”یادِ حاصل یہ چند انسیں مری حکایت پانی والا

سکایت سے مشابہ لازماً ہے۔“

”لیکن آپ کا وادیع چاہتے کا موقع ہے گیتا۔“

”یقینی سے۔“

”یکیں اس نے ایک بار بھی آپ کا لامگیں کیا۔“

”صلال حلق کے تاخوں والیں نے مسلم ہونے کے لئے

سوال پیش کیا تھا کہ وہ ہیرا و لکھنیں رہا ہے ایس سیم اس کی پسند نے

میرے اصل سوال کا جواب پیش دیا۔“

”محبی محبی پاہو ہے ایس، آپ احکم سے پہلے چھے گا۔“

”سیم شرف اس وقت کیا مل سکیں گی۔“

”سلام ہے، ہو سکتا ہے اسکی کے ساتھ خدا گا وہ چل گئی

سچے تو سال کیں تھیں ملائیں ہی۔“

”کوئی کوئی ایسا بھائی کہیں ہے لیکن کہیں تھا۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”محبی تو انسیں جیگھری نے شوستہ والیں تقویں سے

ویکھا تو اپلا۔“

”غلطات سمجھنا۔ سوتھیں اور یوچر را تھا شدید تھیں تم۔“

”بھائی کوئی بھائی سکے لیکن بھیں تھے۔“

”بھائی کوئی بھائی جیکر کوئی خود سے دیکھتا تھا۔“

”بھائی کوئی بھائی سے ایسا محسوس ہے لیکن جیکر بھائی پر

لیکھنے چاہے۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”بھائی کوئی بھائی نہیں۔“

”ہو سکتا ہے تھاری فائزگ سے تحدی اپنے ہی آدمی
زخمی ہو جائیں۔“

”یہی تو دشواری ہے۔“

”لیکن یہاں سے کسی اور طرف نکل چلو۔ تھاری آدمکا عالم نہ خان
کو ہے اور نہ حمل آدمول کو، ہو سکتا ہے دو لوں ہی اس جیپ پر بیٹھا
کر دیں،“ حمید بولا۔

”آپ خیک ہمہ رہے ہیں۔ اچھا تو پھر اس طرف پڑھ چیئے،
جدهر سے کافی لائے تھے۔“

”وہ اسی طرح نہیں سے لگنے والے دوسری سخت مہرے تھے تھا وہ
یعنی شروع کر دیا تھا دو طرف فائزگ کے دریاں سے لگنے
وہ گھوڑوں کے صطبیں تک پہنچ گئے۔“

”سوال تو یہ ہے کہ اس نہیں سے کا اختتم اس طرح ہو گا۔“ حمید بولا۔
”ہنگامہ تو پہلے بھر میں ختم ہو جانا۔ تم بڑی اچھی پوزیشن میں ہیں۔
لیکن یہ بتاناؤ دشوار ہے کہ حمل اور کس طرف ہیں اور ہمارے آدمی اس
طرف؟“ چینگزی نے پرتوشیں لبھیں۔

”تو ہم اصطبلی بی میں بندھے ہیں گے،“ حمید بھنا کر بولا۔
”میں تو ان حالات میں کوئی مشورہ نہیں دے سکوں گا کیاں؟“

”یہاں گھوڑیاں زیادہ ہیں یا کم ہوئے؟“

”میں نہیں سمجھا۔“ چینگزی کے ہی میں حیرت تھی۔
”بھیجے بھیجے پیغام بخوبی دے۔“

”چھکھ۔“ بخوبی۔
”تو آؤ، انھیں عشق کرنے سکھائیں۔“

”کیوں مذاق کرتے ہیں؟“ چینگزی نہیں سی ہنسی کھاتا تھا بولا۔
”عشق مذاق نہیں، عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو۔ سارے

”عام میں بھر بھاہے عشق! اس کو گھانتا شروع کر دو تو قوائی کہلائے گی۔
کیسیں پیشیں پیشیں... کوئی فھنگ کی بات سوچی۔“

”جب تمہری ہیں بتا سکتے کہ کون کس طرف ہے تو پھر دھنگ
کی بات سوچنے کا فائدہ؟“

”گولیاں اس وقت تک چلتی رہیں گے جب تک پیٹیاں غل
ہو جائیں۔“

”کچھ رہا بھی تو تھا سے ساتھ بھی ہیں۔“
”انھیں ان کے قبیلے والے غدار بھتھتے ہیں میرا خیل ہے کہ
اس وقت وہ اسی لیہے چڑھتے ہوں گے کہ ان کے علاقے میں جاگر
بھوت کو کیوں چھڑا کیا یا پھر وہ ان میں بانیوں کو پکڑنے والے ہوں گے
جو اپنے گھوڑوں کے ساتھ وہاں چھتے تھے۔“

”بھوت یادیو والاقہ پر ان معلوم ہوتا ہے کیا تھیں اس کا

”یہی صورت میں ممکن ہے جب کہ ان کی ذہنی صحت بھی مشکوک
ہے، انھیں کسی بھی راہ پر لگایا جا سکتا ہے اور نوشابہ ان کی لذکر ہے وہ
اُس کم ازکم آپ کی راہ پر فرور لگا سکتے ہیں۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”کوہ آپ کی لڑیں رہے۔ آپ پر نظر کھے دندہ آپ کے
تیجے ہی تیچے ہیں کیوں کیوں بھتھتے ہیں۔“ ٹانم بھی اسی نے
رکوایا ہو۔

”اور شکور کو قتل بھی کر دیا ہو۔“ حمید بولا۔
”لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ رام لامگیں جہاں میں قیام کرتا اس
کے سامنے ہی اشرف صاحب کا بنگلہ بھی ہوتا۔“

”اُن کے بانیں بنگلے میں رام لامگیں میں۔“
”میں خان والے سے فوائد ملتا چاہتا ہوں۔“ حمید اٹھا جو بولا۔

”شکارگاہ چلانا پڑے گا۔“
”تم پڑی رہے ہو ساتھو۔“

”ضور چلوں گا۔ ورنہ رات کا وقت ہے آپ دشواریوں میں پڑھیں
جائیں گے۔“

”جیپ میں ان دنوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا چینگزی کی
مسئلہ تھا۔ ہمیڈ لامگیں کی شاپیں دوڑنے کا سڑک پر پھیل رہی تھیں
 محل سے شکارگاہ کا فاصلہ پندرہ میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہو گا، اور
فاصلہ کو طے کرنے میں کم ازکم ایک گھنٹہ فرور لگتا تھا۔ پیچھا پر دشوار
گزدار اس تھے کہ بنار کبھی کبھی کسی سے بھی زیادہ وقت رہنے تھا۔
شکارگاہ کے قریب پہنچ کر انہوں نے فائزوں کی آوازیں میں مسلسل

گھنے لایا۔“

”اوٹھیک اسی وقت ایک گول جیپ کی چھٹت پھاتتی ہوئی تھی
گوڑگی۔“ حمید نے پورے بریک لگائے تھے اور انہیں بند کر کے پیچے
ٹو دیا گیا تھا۔

”تم بھی... نیچے آؤ اور لیٹ جاؤ۔“ اس نے نیچے پہنچ رچنگزی
سے کھا تھا۔

”اس نے حمید کے بعد بھی چلانگ لگائی تھی۔ دنوں زمین پر
اوندوں سے پڑھتے تھے۔“ گولیاں ان کے اوپر سے گزرا ہی تھیں۔

”سندی...“ بانیوں سے مخفی گئی تھیں اور اسیں اتفاق نہیں ہبھتہ
بولا۔“ لیکن اس وقت یہ معلوم کرتا محال ہوا کہ کون تھس ہاف ہے؟“

”چبپ ہاپ پڑے رہو۔“ حمید بولا۔
”میرا تو جوں جوں مار رہا ہے۔“

علم نہیں؟

”نہیں، بہت بُردا بانیوں سے آئے تھیں بڑھی تھی۔ ان کے ماحلات ممکنی نہیں رہتے ہیں، آج جب ان تینوں بُردا بانیوں کو آپ لوگوں کے ساتھ وہاں جائے تو کہا گیا تو انھوں نے بتایا تھا اور مشکل سے جانے پر آتا وہ ہوئے تھے۔“

”رشش... دُنٹھمیدا بہتر سے بولا کول ادھر رہا ہے۔“

چینگیزی خاموش ہو گیا۔ حمید نے بقرانی ہوئی آواز میں بُرچا۔

آنے والا بھی شاید بہت احتیاط سے جل رہا تھا۔ فائرول کی اڑائیں پہلے ہی کی طرح ستائیں دے رہی تھیں، ایسا ہی لگتا تھا جیسے دلوں طرف سے تیچھے انھوں کے بیٹھے جو جہد جاری ہو۔ اپاکھ چینگیزی کھانے لگا۔ پھر حمید نے بھی عسوں کیا جیسے اُس کے جلوں میں بُرچوں کی دعائیں سماں ہو اور پھر اس نے بھی کھانسنا شروع کر دیا۔ گھوڑے بھی اس طرح آپھنے کو دنے لے جیسے دستیاں تڑک رہیں تھیں۔

”بھاگو... گیس۔“ حمید بوقت بولا اور اس نے اصلبل سے

نکل جائے کی تو شش کی تھی۔ تپہ نہیں کس چیز سے موڑ کھا رکرا۔ پھر

مکمل خاموشی چھائی، مفارکوں کی آوازیں تھیں اور دھونوں کی اچھل کوڈ۔ اپنی اور چینگیزی کی کھانسیاں بھی سماعت سے دُردھنی تھیں۔

اس بھتی اور مکمل بھتی۔

ہو، بالآخر شور کی رو جائی تھی اور اسے ایسا عسوں ہوا تھا جیسے وہ

اپنی کو شش کے بغیر ہوا میں تیرتا چلا جا رہا ہو۔ ہمیں بک شاعری قل

”سرپادرہ کی ترکیب اسی وقت سمجھ میں آئی تھی۔ ایسا معلوم ہتا تھا جیسے

پُرے دخود کو عجیب طرح کی اذیت نے جکڑ رکھا ہو۔ پھر آہت آہستہ

ڈہن کا تجھا چھتنا لیا تھا اور حقیقت اس پرواضح ہوئی تھی کروہ ہوا

میں نہیں تیر رہا بلکہ اسی گھوڑے کی نیتی پشت پر دُرداں کر دیکھوں سے جکڑ

دیکھیا ہے اور ھوڑا غیر معمول رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں

دوال ہے۔ اس بُری طرح جھڈا بُوتا تھا کہ جمک کو نہیں تک نہیں دے

سکتا تھا۔ پتیدین اپنی صحیح حالت کا احساس ہوتا رہا تھا۔ انکھوں پر

پٹی بھی بندھی ہوئی تھی۔ گھوڑے کی پشت پر اوندھا پڑتا تھا اور ہاتھ پر

ادھر ادھر جھوکوں رہے تھے۔ خدا خدا کسی کسی جگہ گھوڑا کا تھا اور اسی

کے بل ڈھیسے کہ جانے لگے تھے جس نے اسے گھوڑے کی پشت سے

جکڑ رکھتا تھا۔ پھر ٹھوڑی دیر بعد انکھوں کی پٹی کھوئی گئی تھی۔ اس نے

خود کو ایک بُرے غاریں پایا۔ چاروں طرف مشکوں کی رعنی پھلی ہوئی

تھی اور وہ چار میٹر بُردا بانیوں کے زرنے میں تھا۔

”خدا کی پناہ!“ وہ آہستہ سے بُردا یا اُن بُردا بانیوں میں سے

ایک کو اس نے پہنچا۔ یا اسی میں سے تھا جو انھیں

خاندار کی شکارگاہ سے آسی بُردا بانیوں میں سے تھے۔

”یہ تم ہو، شجر بُر!“ حمید نے بقرانی ہوئی آواز میں بُرچا۔

”ہاں صاحب! جواب۔“

”دونوں طرف کام کر رہے ہو!“

”ہاں صاحب... اُبی واپس جائے گا!“

حمدید کو اس کی دھنیان پر تاؤ آیا تھا۔ ایسا بیکن وہ کچھ بُردا نہیں۔ شجر

کے چلے جانے کے بعد وہاں صرف تین بی رہ گئے تھے، ان کے ہاتھوں

میں ان غلیں تھیں۔ حمید خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ دفعتہ انہیں پہلے

سے ایک نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کیا۔

”آخر تم لوگ چاہئے کیا ہو؟“ حمید اسے گھوڑا تاہُو غرزا۔

”دفعتہ کسی جانب سے آواز آئی۔“ وہ کچھ نہیں بتا سکیں تھے۔

”تم کون ہو؟ سامنے آؤ!“ حمید دھارا۔

”میں عذاب کا فرشتہ ہوں۔ وقت سے پہلے سامنے نہیں

آسکت۔“

”تو پھر وقت سے پہلے مجھ کیوں تکلیف دی گئی ہے؟“

”یہاں اڑاں سے رہو کرے۔“

”اچھی بات ہے لیکن پیال کے بستر پر رات تھیں بُرکوں کا۔“

”یہاں تھیں عشیں پسندی اور تن آسانی کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ کیا تم رات کا کھانا کھا رہے ہو؟“

”نہیں!“

”اچھا، کھانا بھجو اور یا جائے گا۔ اس وقت چپ چاپ ہو جاؤ،“

”چھ کو تم سے بات کی جائے گی۔“

”تمغواری مرضی۔“ حمید نے بیزاری سے کہا۔

”تینوں مسٹح بُردا بانی غارے دہانے کے قریب جم گئے تھے پھر

آواز نہیں آئی تھی۔ حمید ان بُردا بانیوں کو دیکھ جا رہا تھا دفعتہ

آن سے سوال کر رہیا۔ یہ عذاب کا فرشتہ کہاں سے آیا تھا؟

”وہ کچھ نہ ہے۔ اس طرح دیکھتے رہے جیسے اس کی بات سمجھی ہی

میں نہ آئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد ایک اُدمی غاریں داخل ہوا تھا لیکن حمید

اس کا چھوڑنے دیکھ رہا کیونکہ کو دیکھتے ہی اچھل پڑی۔

”خدا کی پناہ!“ اُس کی زبان سے نکلا تھا پھر بُری اُبی اور بُری

کرنا پڑا اُبی ہوئی تکاریاں تھیں۔

”اب سب تھیک ہو جائے گا۔“

”کیا یہ تھی، ہو جائے گا۔“ قاسم نے غصیلے لیے میں بُرچا۔

”جس نے بھی بُری پکڑا ہے جب تم رسید ہو جائے گا۔“

”تم میرے توکل و چشم میں بھی جو غمی!“ قاسم دھاڑا۔

”سب کچھ تھا اور تم کا نتیجہ ہے، ہم سے مشورہ کیے بغیر تم نے

یہ کیس کیوں سے یا تھا؟“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچا۔“

”تم قوں ہوئی ہو تو میرے والی دیواریں تو بُرچ

"خاموش بوجاٹ" فویز وھاڑی۔
محوزی دیر بعد و سلسلہ ادمی کمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے
ان دونوں سے باہر جلنے کو کہا تاکہ فونیہ کو بین ٹھہرنا تھا اس نے پہلے
سے اپنے متعلق بدایات سنی تھیں اور سمجھنک کر دو مرے کمرے میں پہلی
جھیقی تھی۔

وہ باہر آئے اور حمید حکم عمارت کی طرف دیکھنے لگا یہ چاروں در
سے اپنی اپنی چنانوں میں ٹھری ہوئی تھی اسے یہاں سمجھوں ہوا جیسے وہ
گھر کے توپیں میں کھڑے ہوں میسح ادمی انہیں ایک جاپ بے چہ۔
پتل پتل درازوں سے ٹرستے ہوئے وہ بلا خراک کھل بھک
پہنچنے کے سبھال کی ادمی پہلے موجود تھے۔ انہیں وہ نقاب پہل
بھی نظر آیا جسے حمید حکم رات دی چکا تھا۔ غلبیاً وہی اس کے پیہے
غاریں کھاتا لایا تھا۔ وہ سب ایک طرف روانہ ہو گئے۔ حمید اور قائم کے
علاوہ بھی مسلح تھے۔ نقاب پوش سیکت وہ اٹھا ادمی تھے۔ بنے بسی کا سارا
حمید کے ذہن پر طاری ہوئے لگا۔ اگر جانا بوجھا علاقوں پر تکمیل شروع کر دیتا
قاوم پر اس وقت جو بانی عنقریں سوار تھیں، ورنہ وہ توہرت کار اندھا تبت
ہو سکتا۔ اس کے بعد پربت پروف خول ہو جو دنیا دلائل اور روایوں والوں
اس کا تجھی نہ بگاڑ سکتے اور وہ انہیں اٹھا اسکا تجھی بتتا۔

پرانے دور چینسے بعد وہ پہنچت نگ راستے پرانے جس کے
دونوں اڑافیں اپنی اپنی چنانیں تھیں۔ قائم سجو متباہوا جل، ہاتھا
دفترشہ بولا۔ قیا اپنے اپنا تھیقہ استارت کر دوں؟
نبیں ابھی نہیں جب میں کہوں تب۔ نقاب پوش نے کہا۔
حمدیہ چونکہ پڑا یہ توہر اسکی جوانیں مائیکروfon کے زیر
مخاطب کرتی رہی تھی۔ اس نے نقاب پوش کو تین توڑے نظروں سے دیکھا تھا
یکن کچھ بولا نہیں تھا۔ پہنچ بیک آگے بڑھ کر نقاب پوش کے بارے پہنچنے کا
کو اشکنیزی میں مخاطب کیا۔

"ہل قھنی، یکن تم شیک سمجھو وہ انہیزی نہیں سمجھ سکتے۔ یہ چنانوں
ستے نگ ائے ہوئے لوگ میں اپنی طرح جانتے ہیں کہ میں خانوں کا
تمرن ہوں، اس پیچے مجھ سے دغا نہیں کیں گے۔"

"ان ہیں کوئی بُرد بانی تو نہیں؟"
نبیں، یہ سب میرے خاص ادمی ہیں۔

"تب وہ شیک ہے۔"

وہ ایک غاریں داخل ہوئے نقاب پوش کے ساتھوں نے کئی
تماضیں روشن کر لی تھیں، لور وہ آسانی آگے بڑھتے رہتے تھے۔
"مُرک بجاٹ" دفتر نقاب پوش بولا۔ پھر وہ حمید کی حاش مدا۔ "تم
دیکھو گے کہ قائم کو دیکھ کر وہ کس طرح بدھوں ہوئے ہیں یا اس تھے کہا۔

لگ جاگ ہے تو؟"
ہاں! ہم جاگ پڑے ہیں۔ "جید الکٹھے ہجھے اندھیں بللا۔
ان و پانیوں کو سزاویں ہی پھٹے گی کیوں نہ ان کی نسل بخت
کر دی جائے؟"

"کیا تھے؟ بُرد بانیوں پر کیوں غصہ آتاد رہے ہے؟"
اس بھس قوم کو ختم ہی ہو جانا چاہیے جو دوسری اوقام کی لڑکیوں
کے افوا کو اپنا سامنہ ہی فریضہ جسمی تھے۔ اُج پھر وہ ایک ایسی بیڑکی کو
انھ کرے گئے ہیں۔ اب میں انہیں فنا کرو دوں گا۔"

"اس حالے میں تو یہ حدودیہیات لوگ ہیں" حمید بولا۔
"قاوم! جتنی جلد ممکن ہو دیوبن جاٹ۔ اُج ان کی بنتی کو تھس نہیں
کر کے رکھ دیں گے؟"

"میں بہت تھک گیا ہوں۔ اُج توفی بی قردوں؟"
لکھیں بڑی بڑی پانی کی عورتیں بڑی توانا اور
تندہ ست ہوتی ہیں جتنی جاہنپار کر دیتا۔ ان کے سلسلے میں پر نکاح
کی پائیںدی بھی نہ ہوگی۔"

فاسکم کسی ندیدہ سے بچھی طرح منجلانے لگا۔ حمید کی انہیں
حریر سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے بلا خراک کیا۔ عذاب کے فرشتے مانور
مرن ایک دو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

"ظاملوں کو سبق دینے کے لیے اسی کام کو درست سمجھنا ہوں
جو وہ خود کرتے ہوں۔"

"اسے تم اس کی باتیں میں نہ آؤ میں تیار ہوں۔" قائم ہیک کر بولا۔
"شہاباں! اتحاد سے ہر بیٹے ہونے ہوں گے اور یہیں حمید تم بھی
ہمارے ساتھ چلو گے۔"

"بیسی تھاری مرمنی اور مردہ سی آواتر میں بولا۔ سوچ رہا تھا اور تھا کہ
شاید اسی طرح پچھ کر کر نے کامو قع میں جائے۔"

"تم بھارا ساتھ دو گے۔"

"یقیناً! ایکوں کہ معلمکی مخصوص لڑکی کا ہے میں ان بُرد بانیوں
کا خون فڑو بہاؤں گا۔"

"وائقی تم مر ہو۔"

پھر فاکم وہاں سے چلائی اور ڈاکھ فونیہ خاموش کھڑی حمید کی
شکل دیکھ جاہری تھی۔ حمید و انتہا اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا پھر
محوزی دیر بعد وہ دیو بھی نظر آگیا۔ سرتاپا تھیں بدل کر رہا تھا ایسا
علوم ہوتا تھا جیسے سرے پیر نکا کوئی خول پڑھا لیا ہوا میں
سینگ بھی شامل تھے۔ بہر حال اس بہیت لذائیں میں بھیت قائم
ہر ہزار نہیں پہنچانا جا سکتا تھا کہ میں وہاں ہوتے ہی اس نے
چارغ الدین والے قلمی جن کی طرح ہفتاش فرع کر دیا تھا۔

لگتی تھی۔ اڑام کی سیوں پر پڑے ہی پڑے وہ ہو گئے تھے پھر کسی قسم کے شوہری
کی بنا پر اچھل پڑے تھے۔ پہنچے تو انہوں نہ ہو سکا کہ سورکی نویت کیا
ہے پھر اہستہ اہستہ حمید کو حساس ہوا تھا کہ وہ آواتریں اسی پوشاک
مائیکروfon سے آہنی ہیں جس کے قدر یہے وہاں تھا میں آدمی کی آواتر
ہستنت رہے تھے۔ دھقتہ وہ شورک گیا اور پھر دی آواز ایسی کیا تھی
میں ملے قلمی میں تم سے بات فرماتا چاہتا ہوں۔"

"تو چلو۔ انھوں کیوں نہ باہر چلیں؟"
بب... باہر... قائم ہمکل کر بولا۔
آل... ہاں۔
نبیں اندر ہیں گے۔ قائم اٹھتا ہوا بلا اوپر ہراس کرے سے
تلک انس کے بعد اس نے کہا تھا۔ باہر ہوں گے اور مسالے دعا جاند کریا
تو باہر ہی رہ جائیں گے۔"

"وہ نکاح کرنے کو کیوں بھتائے ہے؟"
میری بے قراری دیکھ رہا تھا بھی مجھ پر حم کھالتے ہو گئے تھے
تھے کیا ہے؟
تم کیوں ان مرے ہو ہمیں دیکھ رکھ دیکھ کی ہے۔ بلکہ بڑی
میٹھی میٹھی پاتیں کرتی تھی۔

"کھڑا نہیں نکاح پر راضی کر دیں گا۔"
ابنے نکاح قریں خود بھی تھیں قرناچا ہتا۔ بیوی سے محبت ہوئی
نہیں سختی بیوی بن کر سالاں تھیں نکاح نکالے گئے، غرائے گی۔
سبب یوں یاں لیتی نہیں تھیں۔"

"سبب ہو جاتی ہیں، میرے باپ کی بھی ایسی بھتی میری بھی
ایسی ہے، اور یہ بھی ہو جائے گی۔"

"نکاح کے قریروں پر تعین اس کے قریب بھی نہ جانے دے گا۔"
چلو دھونڈ کر مارڈاں میں سالے کو۔ قائم نے سر گوشی کی۔

"جلد بازی کی میورت نہیں۔" حمید بھی آہستہ سمجھ بھل۔ "بس تم
اتا کرنا کہ پیر سے خلاف نہ تو کوئی بات سوچنا اور سسی معاملے میں میری
محنسا دے۔"

"اچھا سا اچھا۔ ویخول گا۔ اگر تھا سے اندھی بی جے ٹائم نہ لڑا
دیتے تو پورہ قیا۔"

"بکھوس مت کو۔" حمید ماتھا کر بولا۔ میں ڈاکٹر فزی کو فرامند
کر دیں گا لیکن اسی لکھی خام کا کیا ہو گا؟

"اچھا سا اچھا۔ میں نکاح کے جے ٹائم نہ لڑا
دیتے توہر کر دے گا۔ میں نے عذاب کے فرشتے سے وعدہ کیا ہے۔"

"ناممکن ہے کیبیٹن! میں میکین یہ ہو سکے گا۔"

"حمدیہ ناقام کی غلطی بھاکر سے آنکھ ماری تھی توہر کر دے گئی۔
پھر تی منٹ تک خاموشی بھی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا اس غارت
سے کس طرح نکلنے چاہیے۔ فتحی نے تباہا کر دیا۔ پر کسی قسم کی پابندی
نہیں۔ اس کا مطلب توہری ہو کر باہر نکل کر بھی دہ انڈانہ ذکر پاٹے گا
کہاں ہے۔ بہر حال اس سے میں کچھ کہتے ہیں، والا تھا کہ قاسم بولی چڑا۔

کرتا تھا ایسا ہی ایک پولیس آفیسر بھی ہے۔ ایک ایسا عالم بھی ہے جس
نے اپنے علم کے ذریعے نوگوں کو غلط استول پر دالا، ایک ایسا یا میں
بے جو پر مشکوں اور تھیکوں کے لیے عوام کو دو غلط تاریخ ہے۔ اب میں ان
کے جسموں میں جنم دا غل کر کے گھروں پھٹکنے والے اور ان کے چھوٹو
کے سارے سائنسیں تھے ملیتے دھرمے رہ جائیں گے۔"

"جی خوش کر دیا تم نے دادا والہ۔" جی خوشی کا تھا کرتا ہو بالا۔
اس سیلے میں کر فل اور جیکر تھیں تھیں تھے بہت کامیکسے
ہم جانتے ہیں کہ تکمیلیں ایسے تھے جنہیں تھیں تھے جو اسی ختم ہو جائیں
گے میکن ان کی تھا دڑھتی ہی ری ہیل۔

"بہت خوب بآواز آئی۔" قائم کی بھر رہے ہو جو میں نے سوچا تھا۔
بہت عقل مند ہو اچھا تھا۔ تھا سے ذلتیہ کا ہے کہ کسی طرح ان
دولن کو نکاح پر آمادہ کر لو۔

"یہ ناممکن ہے۔ فونیہ چنج کر دیو۔" اس سے بعد وہ
اس پر قائم کی، ہی اسی کی اشاعت ہوئی تھی۔ اس سے بعد وہ
آواز پھر دیتی۔

"کیا اونج ہے اس میں؟" حمید نے فونیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "بہت
مال دا ہے۔" تھیں پر تھیں وغیرہ کچھ جمیٹ سے نجات مل جائے گی۔

"حاتھوں کے اس پہاڑ سے نکاح کروں گی۔" وہ انہیں نکال
کر بیلی "اے دینو۔" جیکر تھیں تھیں تھے بھر رہے ہوں گی۔

"ایسا گھا باباں بھی نجھے نچا ہے۔" جو ملے مصیبتوں میں
پھنسا دے۔

"اچھا سا اچھا۔ ویخول گا۔ اگر تھا سے اندھی بی جے ٹائم نہ لڑا
دیتے تو پورہ قیا۔"

"فڈکے ماسے بخارا گیا تھا جب وہ مسیں فونیہ تھیں۔" فونیہ بیلا۔
"اچھا سا اچھا۔ میں نکاح کے جے ٹائم نہ لڑا، تھیں تھے سے۔"

"یہ توہر کر دے گا۔ میں نے عذاب کے فرشتے سے وعدہ کیا ہے۔"
"حمدیہ ناقام کی غلطی بھاکر سے آنکھ ماری تھی توہر کر دے گئی۔
پھر تی منٹ تک خاموشی بھی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا اس غارت
سے کس طرح نکلنے چاہیے۔ فتحی نے تباہا کر دیا۔ پر کسی قسم کی پابندی
نہیں۔ اس کا مطلب توہری ہو کر باہر نکل کر بھی دہ انڈانہ ذکر پاٹے گا
کہاں ہے۔ بہر حال اس سے میں کچھ کہتے ہیں، والا تھا کہ قاسم بولی چڑا۔

"میں ملے قلمی میں تم سے بات فرماتا چاہتا ہوں۔"

سامنے والی دراڑ سے گزر کر ہم کھلیں ٹپٹچیں۔ وہیں سے کسی قد نشیب میں بُردانیوں کی ایک بستی ہے۔ مجھے اطلاع ملی سے کہ وہ لاکی اس بستی میں لالیٹی ہے۔

”کیوں نہ ہم سب مل کر دھاوا بول دیں۔“ حمید بولا۔

”اس کی خودت ہی نہیں، ہم سب اپر سے تماشا رکھیں گے۔“ پھر اس نے قائم کو قریب بلاؤ کر کہا۔ تم ان سے کہنا کہ نویری لاکی دو بُردانیوں سمیت تھا اسے حوالے کر دیں ورنہ تم پُردی بستی کرتباہ کر دو گے۔“

”قہقہہ لگاتا ہوا جاؤ؟“ قائم نے پوچھا۔

”نہیں خاموشی سے جاؤ ورنہ وہ تھا سے پہنچے ہی بھاگ لھڑ ہوں گے ہو سکتا ہے لہڑکی کو بھی ساختہ ہی بھاگیں۔“

”میں سمجھ گیا۔ دیکھ لوں غاسالوں کو۔“ قائم نے کہا اور دراڑ میں افلہ ہو گیا۔ بقیتہ لوگ اس کے تجھے چل رہے تھے تھوڑی دیر بعد وہ پھر کھل فضایں تھے۔ نقاب پوش نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

”وہ اسلامیتیک رہے تھے اور حمید شجر بُر کو دیکھے جا رہا تھا اس نے یہاں اور لوٹی کی پہنچی سے ہٹا کر اس کا رُخ ان لوگوں کی طرف کر دیا اور بکھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ چنان کے ہی سچے سے بستی کی طرف دیکھتے رہے۔“ پھر اسیں قائم کا قہقہہ سنا فیض ویسا ساختہ ہی دو سچے پڑھ کوئی

سبکتا بھی جا رہا تھا جس کی ہدایت نقاب پوش کی طرف سے ملی تھی۔ انھوں نے کچھ بُردانیوں کو جھوپٹوں سے نکلتے دیکھا۔

”ارے یہ کیا ہوا؟“ نقاب پوش بولا۔ ”یہ تو قائم کی طرف بڑھ رہا ہے۔“

”ہیں آج یہ بھاگ کیوں نہیں رہے۔“ ”ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے ڈنڈے بھی میں۔“ حمید نے کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے بُردانیوں نے قائم کو گھیری اور اسے ڈنڈوں سے پینٹے لگے۔

”ابے... ابے... بھا جا فیض غار۔ جبا جا فیض غار۔“ لڑکا نے کھڑا کھڑا رہا تھا۔

”رہا تھا ویسے وہ بیٹ پروف خول کی وجہ سے محفوظی رہا ہو گا۔“ پسکن بُردانیوں میں بڑے بڑے ڈنڈے بھی میں۔“ حمید نے کہا بہر حال وہ ایک جوشیانہ یعنی قیمتی بولکھلا دیا۔

”فائز نگ روپ کر دو۔“ نقاب پوش نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”تماکہ عقب سے آواز آئی۔“ ”ٹھہر و۔“ وہ حونک کوڑڑے۔ کچھ فاصیہ پر جھر زیادی بُردانی کھڑا نظر آیا۔ وہی جو پھر پلات حمید کو خاریں نظر آیا تھا۔ خان عارا کا ملزم بُردانی شجر بُر اس کے خان وارا کی جا بھی نوشی کی کلوئی پکڑ دیتی تھی اور یہاں کوئی نہیں۔“

”ازم نے ان پر فائز نگ کاٹنے کی تو میں اس لہڑکی کو بھین ختم کر دوں گا۔“ اپنے آدمیوں سے کہو کہ اپنا اسلامیتیں پڑوں دیں۔“

”غدار تو نے خان وارا سے بھی غداری کی او مجھ سے بھی تقدیم پوش بولا۔“ میں نے قُبُردانیوں سے بھی غداری کی ہے، جو اپنوں کے نہیں۔

ہوتے وہ کسی کے بھی نہیں ہوتے۔ ”شجر نے جواب دیا۔“

”میں تجھے جہنم میں پہنچا دوں گا۔“

”اپنے آدمیوں سے کہو کہ اسلامیتیں پہنچنیں گیں۔“

”لہڑگر درب جائے گا اور اس لہڑکی کی کھوپڑی تڑخ جائے گی۔“

”اس پار جمید کو چونکندا پڑا۔ آواز شجر کی نہیں تھی غالباً اسی کو ہوشیار نہ کیے ہے۔“

”جو کہہ رہا ہے وہی کو؟“ حمید اس سے سوچا۔ ”ورہ لڑکی کی جان جائے گی۔“

”تم آخر جاہے تے کیا ہو؟“ نقاب پوش نے شجر سے پوچھا۔

”اپنے آدمیوں کو غیر مسلک کر دو۔“ سمجھو تو ہو جائے گا۔ لہڑکی بھی نیچے جائے گی اور خالد اکو واپس کر دی جائے گی۔“

”اسلمک پھیک دو۔“ نقاب پوش نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

”وہ اسلامیتیک رہے تھے اور حمید شجر بُر کو دیکھے جا رہا تھا اس نے یہاں اور لوٹی کی پہنچی سے ہٹا کر اس کا رُخ ان لوگوں کی طرف کر دیا اور بکھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ چنان کے ہی سچے سے بستی کی طرف دیکھتے رہے۔“

”بیکی بات ہوئی؟“ نقاب پوش غیر ایسا۔

”سمجھو تو۔“

”انتہیں قائم کا پر تا اور پہنچ گیا اور ہمیتا ہوا بول۔“ سالے

پا غل ہو گئے۔ ہیں ڈنڈوں سے پیٹ کر کر دیا۔“ اس کے تجھے بڑا

بھی اپر جڑھا کر سچے اور انھوں نے نقاب پوش کے ساتھیوں پہنچنے

بر سانے شروع کر دیے تھے۔ حمید اچھل کر شجر بُر کے قریب جا لکھا۔

شجر بُر نقاب پوش سے کہہ رہا تھا۔ ”سمجھو تو۔“ ہے کشم سب تھکریاں

پہن لو، نہیں تو جس سے بھی بھاگنے کی کوشش کی جان سے ہاتھ جھوٹے

لارو ماغ تو نہیں جل گیا۔ لہڑکی پس اپنے آدمیوں کو۔“ وہ تھماری

پوسی بستیاں تباہ کر دوں گا۔

چھرا چانک اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں سمجھکر اس پڑن

شروع ہو گئیں۔

”تت۔“ قائم شجر بُر نہیں ہو،“ دفعہ نہیں نقاب پوش جو نک کر بولا۔

”میرا ہایاں بادو زخمی ہو۔“ شجر بُر نامی بُردانی کھڑا نظر آیا۔ وہی اوازیں بولنے شروع کر دو تو زیاد مناسب ہو گا۔“

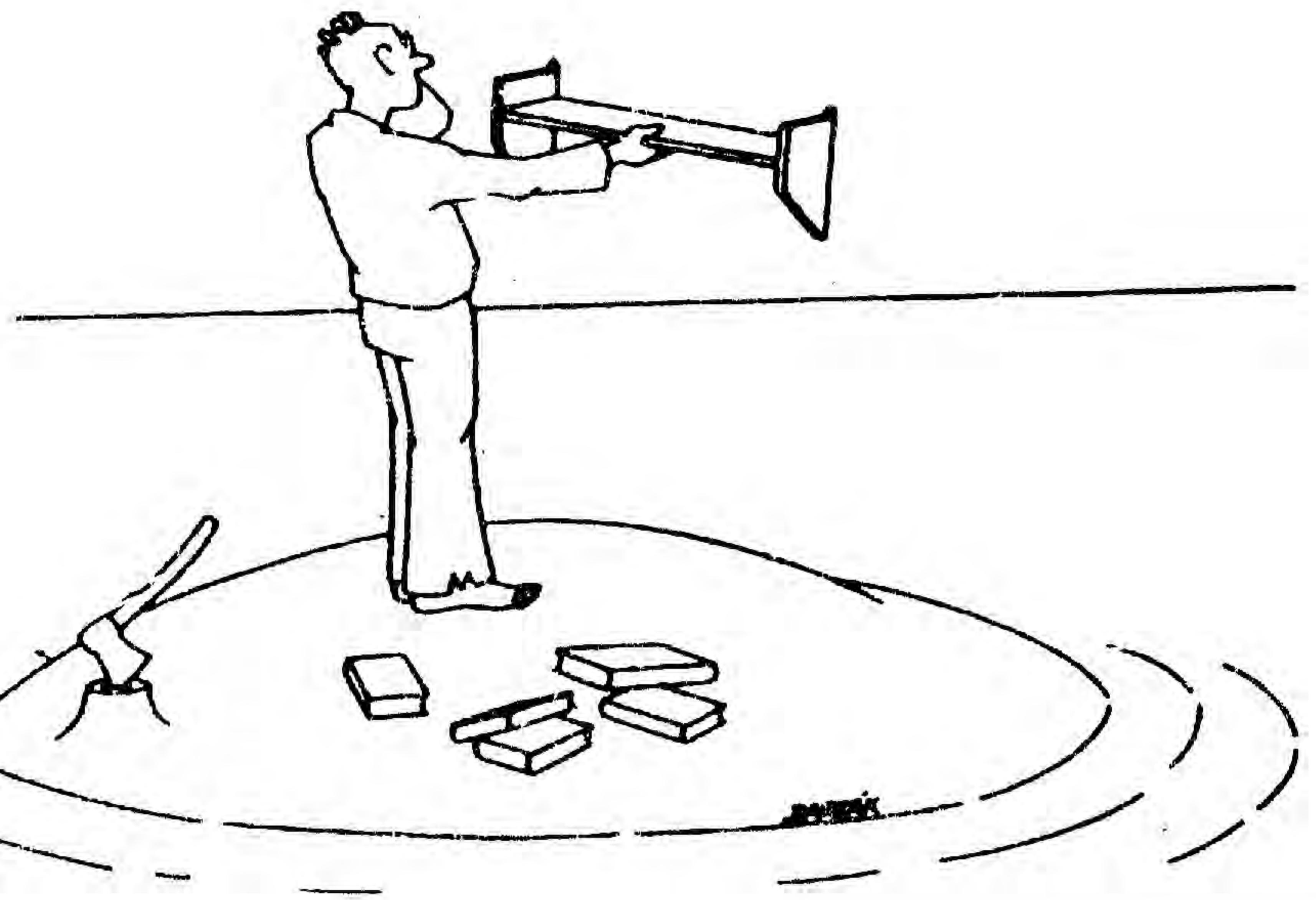
”کر ن۔“ فف... فریدی۔“

”تم غلط نہیں سمجھے۔“ دفعہ نہیں نقاب پوش نے بائیں جانب چھلانگ لگانی اور نیشیب میں

لڑھکا۔

”تم اخیں بن جاؤ!“ فریدی کے کہتا ہوا دوڑ پڑا۔ اس نے بھی

نیشیب میں چھلانگ لگانی تھی۔



یہ وہ سچے مجھ فکر مند تھا اسے عدالت میں پہنچیں ہو نے کے کسی طرح نہیں رہا۔ رکھا کے گاڑا اکثر فرزی کی کروں جی بھی خیس کو تھی۔ فارزوں کی سختی کا اندازہ اس نے لکھا۔ اس کے ساتھ اور اس کو خود بھی خالی ہا تھیں تھیں تھا۔ نقاب پوش ایک طرف کھڑا ہاتھ پر رہا تھا۔

”اس کے ساتھی کی تھکریتی نہیں ہے جناب۔“ بُردانیوں میں سے ایک بولا۔

”ہاتھ پشت پر باندھ دو۔“ حمید نے کہا اور قاسم بُر کھلاہ ہٹ میں

”غول غول“ کرنے لگا۔

”مجبوری سے ہی ہوئے نظر آئیں گے۔“ لیکن چھڑا کر آواز آئی۔ اس کے بعد دوسری جو نسبتاً بہت قریب کی تھی حمید اور زیادہ اعتماد اسے قریب میں آواز کی جا تھی۔ بُردانیوں کی آنکھیں اپنے پیڑا اور پیڑا کی کھلکھلیں اپنے فرزی کی کھلکھلیں اپنے فرزی کی کھلکھلیں۔

”نہیں جانتا۔“ حمید شک بھیجیں ہوں گا۔“ تھا سے یہ لعلی محض وحشی نہیں ہے۔ ایک بلکا سادھا کا اس سیوپ کو توڑ دے گا اور جیسے

جیسیں ہیں سچیں جائیں گے۔ ایک بلکا سادھا کا اس سیوپ کو توڑ دے گا اور جیسے

انہیں رام کو دھوکہ پہنچا دے گا اپر وادی کھدا رہے رام کو دھوکہ پہنچا دے گا۔“ اکثریتیں لاشیں، لاکھوں کا شکر ہے۔“ اسے بھاہا۔“ فرزی نے چھڑا کیا اور دوسری طرف سے بھی فائز ہوا۔ اس کی پشت ہمیکی طرف متی اور ایک بھٹے پھر کر لو۔“ سعد مری طرف فائز کریں تھی۔ اچھا کہ اس نے کہا۔“ اکثر فرزی یہ ریوال پھینک دو۔“ تم نامی گن کی نڈپر ہو۔ تھارے جتھرے اس جائیں گے۔“ ساتھیوں سے کہا۔“ ان لوگوں کا پہنچنا ہوا اسلوک اکٹھا رہو۔“

”سادھا سے نامی گن کی نڈپر ہے اسے بھی بھتھا رہا۔“

”پس اکھیں، میرے جلا کھول اوری جو جائیں۔“ تم سب بھی مرجاوے گئے۔

پر اپنا نوں بہانے کو تیار رہتے تھے بہر حال فوزیہ بیہل کی آب و ہوا میں خاص قسم کے جرا فیم پیدا کر کے اس ملک کو بھجو رہی تھی... اچانک فنڈ کی کمی ہو گئی اور انھوں نے یہ پروگرام ابنا یا کہ کسی کو پتھر کے محنت میں تبدیل کر کے اس کی پہلو میں کامی جائے اور پھر بیساں کے مال دار لوگوں کو دھمکا کر آن سے بڑی بڑی رفاقت دھول کی جائیں اگر انھوں نے ادا یعنی نہ کی تو وہ بھی پتھر کے ہو جائیں سمجھے اس رات خان کی شکارگاہ پر بُرد بائیوں نے جملہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ اخترف کے ساتھی تھے جملے کا مقصود محض لوٹ مار کرنا تھا۔ ان کے پاس خداک کی کمی ہو گئی تھی ہیں رام گذھ نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اس بُرد بانی پر شہر ہو گیا تھا جس کا نام تجربہ ہے ہیں اسی کے پیچے تھا اور پھر بہر حال ہیں نے اس سے الگو ایسا کوہ ایک نقاب پوش کے یہ بھی کام کرتا ہے اور اس سے اس جملے کا عالم تھا، اسی نے بتایا تھا کہ رات کو رسد نوٹنے آئیں گے لیکن وہ مجھے اس غارتے آگے نے جاسکا جہاں تم پہلے منجھے تھے۔ اس کی رسانی وہیں تک تھی۔ ویسے مجھے لقین تھا اس معاملے میں اشرفت کا ہاتھ ضرور ہے۔ شہر اسی مثار والے واقعے سے ہوا تھا۔ بہر حال بھر میں نے اس پر باقتدار لئے کے یہی بھی مناسب سبب تھا کہ نوشی کے انخوا کی اہلارع شجر بہری کے توقیر سے تقب پوش تک پہنچا ہی وی جائے۔ تم نے دیکھ ہی لیا کہ کیا ہوا تھا۔ شجر بہر کو تھارے اور میرے سسلے میں بھی ہدایت میں حق کو کسی طرح ہیں اس غار کیک پہنچا دیا جائے لہذا تم پہنچے تھے۔ شجر بہر پر مجھے اس وقت سبہ ہوا تھا جب کھوڑوں پر بے آواز فائرنگ ہوئی تھی۔ اس کا رد عمل اس بُرد بان پر مجھے قطعی مصتوغی محسوس ہوا تھا۔ اب رہے قائم ساحب تو انھیں، عدالت میں تو پیش ہی ہونا پڑے گا۔ وعدہ و معاف گواہ کی حیثیت سے: "لیکن اخترف آپ کے کامدھنور کیسے سخار ہو گیا تھا؟" حمید نے پوچھا۔ "بڑی مشکل سے قابو ہیں آیا تھا۔ اسے یہ پوش کو کے تم لوگوں کی طرف پہنچا ہی تھا کہ فوزیہ آنکرانی۔"

"بڑے دل گردنے کی عورت نکلی" حمید نے کہا اور فریدی کے زخمی بازو کو پر تشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔

وہ وحشیاز انداز میں بولی: "مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ خود فریدی ہی کسی طرح اس لئے کوئے بھاگا ہے۔" "لکھنہ کرو، اپنے ہاتھ اور اٹھائے رکھو" حمید بولا۔ پھر اس نے فریدی کو آوازیں دی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد فریدی وہاں پہنچ گیا۔ بے ہوش نقاب پوش اس کے کامدھنے پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے ایک ہلف ڈال دیا اور آگے بڑھ کر فوزیہ کے ہاتھ اس کی پشت پر بامدھنے لگا۔ اس کے لیے اس نے اپناروہ مل استعمال کیا تھا جمید بے ہوش آفی کو بے نقاب کرنے کی فکر میں پڑ گیا۔

"کیا کوڑ گئے؟ فریدی بولا۔" کیا تم اب بھی فہیں سمجھے؟" "صرف شہبے کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں" حمید نے کہا اور اس کے چہرے سے نقاب ہسا دیا۔ یہ خان زادہ اخترف تھا نہیں دیوانہ بیکھیریا وجہ۔ "اب بتاؤ وہ نامہ کم بہا ہے؟" فریدی فوزیہ کو گھوڑتا ہوا بولا۔ "جس کے دھماکے سے جرا شیم والا یوب پھٹ کر جھیل کے پانی کو فیلک بنادے گئے۔"

"اب کیا فائدہ؟ فوزیہ پتھر اٹی ہوئی آواز میں بولی۔" بلف کامیاب نہیں ہو سکا اتنی جلدی میں یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی ایسا انتظام کیا جاسکتا۔ سارہ و دام عمالے میں دیو کو بھی گھسیدیت کر کاٹرا شرف نے عظیم حماقت کی تھی، اسی کی وجہ سے کھیل بجڑ گیا۔"

"تم ٹھیک کہہ ہی ہو، قائم کو صرف بُرد بائیوں سے علاقہ خالی کرنے ہی تک محدود رکھنا تھا۔ تدبیثہ بیوں کے سامنے ناحق لاٹے تھے تم توگ۔ اس کے بعد فریدی ان سبھوں کو قائم سہیت اپنے ساتھ لے گیا تھا اور نوشی کو حمید کے ساتھ خان داراک شکارگاہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ نوشی اپنے باپ کی اس حیثیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی دوسرے دن اس کی تصدیق فریدی نے بھی کر دی جمید کی کہانی سننے کے بعد اس نے کہا: "مثار والے واقعے کی اہمیت صرف اسی تقدیمی کہ وہ اپنے باپ سے لڑکر خان دارا کے پاس چلی جائے، وہ بھتی یہی کرتا تھا جب کوئی خاص نہم دیکھنے ہوئی تو نوشابہ کو نہیں کسی طرح اپنے بیاس سے ہٹایا کرتا تھا۔" یقین کرو کہ وہ نیم دیوانہ ہے۔ اصل مجرم فوزیہ ثابت ہوئی ہے۔ اگر اور سے وہ عظیم حماقت سرزد نہ ہوتی تو اتنی بڑی مجرمہ پر بامدھنے والے ملک کی ایجنت ہے۔ یہاں ڈاکٹر اخترف کے عہد سے قائمہ ٹھاکرست نئے جرا شیم پیدا کر رہی تھی۔ اس کے لیے کچھ ایسے مقامی آدمی بھی درکار تھے جو پوری طرح ان کے وفادار ہوتے۔ یہ خالوں کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے لوگ تھے ملدا انہیں غذاب کا وہ فرشتہ بے حد پسند آیا جو ظالموں کو دنیا ہی میں سزا دینے پر من جانب اللہ مامور کیا گیا تھا۔ وہ اس کے ایک اشائے

